میلاد النبی
از قلم
غزالی زماں، رازیِ دوراں
امام اہلسنت حضرت علامہ
سید احمد سعید کاظمی
نور اللہ مرقدہ
حضرت علامہ صاحب زادہ
سید ارشد سعید کاظمی
دامت برکاتہم القدسیہ
ناشر
بزم سعید جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میلاد النبی

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وجمیع امتہٖ وسلم

از

غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں امام اہلسنّت حضرت

علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

بزمِ سعید جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم نئی بلاک نیو ملتان ملتان

نام کتاب : میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف : امام اہلسنّت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
: حضرت علامہ سید ارشد سعید کاظمی
تعداد : ۱۱۰۰
جنوری : 2012ء
بار : 10
صفحات کتاب : 72
ہدیہ : -/48 روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ مہریہ کاظمیہ متصل جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم، ملتان
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور۔ کراچی
فرید بک سٹال، ۳۸ اردو بازار، لاہور
اسلامک بک کارپوریشن، فضل داد پلازہ، اقبال روڈ، نزد کمیٹی چوک، راولپنڈی
کتب خانہ حاجی نیاز احمد، بوہڑ گیٹ، ملتان
احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک، راولپنڈی
مکتبہ حسینہ، نزد سبز منڈی، بہاولپور
المدینہ کتب خانہ بالمقابل اے سی آفس علی پور مظفر گڑھ
مکتبہ فیضان سنت، نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ ملتان
کتب خانہ حاجی مشتاق احمد، اندرون بوہڑ گیٹ ملتان
المدنی کیسٹ ہاؤس شاہی عید گاہ خانیوال روڈ ملتان
ادارہ ضیاء السنۃ اندرون بوہڑ گیٹ نزد پیپل والی مسجد ملتان

نوٹ۔ مفت تقسیم کرنے والے کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔

فہرست

عرض ناشر

اللہ رب العزت کے لطف وکرم سے بزمِ سعید جامعہ اسلامیہ انوار العلوم حضور غزالی زماں، امام اہلسنّت، شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی نور اللہ مرقدہٗ کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہے اور کافی عرصہ سے حضرت امام اہلسنّت کی تصانیف اور حضرت علامہ صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ کے مختلف رسائل کی نشر واشاعت کیلئے سرگرم عمل ہے اور عوام کی امنگوں کے عین مطابق مقالاتِ کاظمی اور رسائل کاظمی کی احسن طریق سے طباعت وترسیل کیلئے کوشاں ہے۔ اسوۂ رسول اکرم ﷺ پر مشتمل یہ کتاب اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں حضور امام اہلسنّت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی دامت برکاتہم القدسیہ کا تحریر کردہ رسالہ میلاد النبی ﷺ اکٹھے نشر کیا جا رہا ہے تاکہ عوام الناس زیادہ سے زیادہ ان سے استفادہ کر سکیں۔ اس سے پہلے رسالہ الحق المبین اور مقالاتِ کاظمی جلد اول، دوم بھی نئی کمپوزنگ اور اعلیٰ طباعت کے ساتھ منظر عام پر آ چکے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز باقی رسائل حیات النبی ﷺ، ظل النبی ﷺ، تسکین الخواطر اور مقالاتِ کاظمی جلد سوم خوبصورت کمپوزنگ اور اعلیٰ طباعت کے ساتھ ادارہ جلد منظر عام پر لا رہا ہے۔

اس کتاب کی طباعت میں حتی الوسع احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ پھر بھی کتابت یا طباعت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اس سے آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کو درست کیا جا سکے۔

شکریہ

ناشر

فقیر حافظ محمد عبدالرزاق

میلا دالنبی ﷺ

ماہ ربیع الاول شریف وہ نورانی مہینہ ہے جس کی آغوش میں نورمبین کے جلوے قیامت تک چمکتے رہیں گے۔ بموجب فرمان خداوندی وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ۔ (ابراہیم:۵) آج ہمیں اس مبارک دن کی یاد تازہ کرنی ہے جو سید ایام اللہ یعنی یوم ولادت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔

یہ وہ مبارک دن ہے جس میں خدا کے سب سے پہلے اور آخری نبی جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ اس مضمون میں ہمیں سب سے پہلے حضور ﷺ کی خلقت ولادت اور بعثت پر روشنی ڈالنی ہے۔

تشریح:

عالم اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے ذات پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا عدم سے وجود میں جلوہ گر ہونا خلقت محمدی ہے اور اس دار دنیا میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا پیدا ہونا ولادت محمدی ہے اور چالیس سال کی عمر شریف میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا وحی نبوت سے مشرف ہو کر لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے پر مامور ہونا بعثت محمدی ہے۔ اب اس اجمالی گفتگو کے بعد تفصیل کی طرف آیئے اور سب سے پہلے خلقت محمدی کا بیان قرآن اور حدیث کی روشنی میں سنیئے۔

خلقت محمدی ﷺ:

اجسام سے قبل عالم امر میں ذوات انبیاء علیہم السلام کا موجود ہونا نص قرآن

سے ثابت ہے جس کا مقتضا یہ ہے کہ ذات محمدی ﷺ بطریق اولیٰ عالم ارواح میں موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ. فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ. (آل عمران: ۸۱-۸۲)

ترجمہ: ”اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ دیا میں نے تم کو کتاب اور حکمت سے اور آئے تمہارے پاس رسول معظم جو تصدیق کرنے والا ہو اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرور مدد کرو گے، فرمایا کیا تم نے اس شرط پر میرے عہد کو قبول کرلیا۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو اب گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں“

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ م بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى. شَهِدْنَا.

(اعراف: ۱۷۲)

ترجمہ: ”اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب! بولے کیوں نہیں (بیشک تو ہمارا رب ہے) ہم اقرار کرتے ہیں“

تمام نفوس بنی آدم سے پہلے حضور ﷺ کے نفس قدسی نے ”بلیٰ“ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار فرمایا اور باقی تمام نفوس بنی آدم نے حضور ﷺ کے اقرار پر اقرار کیا' اس واقعہ کا مقتضی بھی یہی ہے کہ ذات پاک مصطفوی علیہ التحیۃ والثنا مخلوق ہو کر عدم سے وجود میں جلوہ گر ہو چکی تھی۔ نیز فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ

وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا.

(احزاب: ۷)

ترجمہ: ”اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار اور تجھ سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ سے جو بیٹا ہے مریم کا اور لیا ہم نے ان سے پکا اقرار“

اس آیت کریمہ میں جس عہد اور اقرار کا بیان ہے وہ تبلیغ رسالت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں دیگر انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت پر عہد لیا وہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی یہ عہد و اقرار کرایا یہ واقعہ بھی عالم ارواح کا ہے ظاہر ہے کہ اگر حضور ﷺ کی خلقت اس وقت نہ ہوگئی ہوتی تو اس عہد و اقرار کا ہونا کس طرح متصور ہوتا۔

رہا یہ امر کہ خلقت محمدی تمام کائنات اور خصوصاً جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کی خلقت سے پہلے ہے تو اس مضمون کی طرف قرآن کریم کی بعض آیات میں واضح ارشادات پائے جاتے ہیں اور احادیث صحیحہ میں تو صراحتاً ارشاد ہے کہ حضور ﷺ اول خلق ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے حضور ﷺ کی ذات مقدسہ مخلوق ہوئی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ. (البقرہ: ۲۵۳)

ترجمہ: ”یہ سب رسول ہیں فضیلت دی ہم نے ان کے بعض کو بعض پر، بعض ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کئے“

جن کے درجے بلند کئے وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ کے درجوں کی بلندی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ درجات خلقت میں بھی حضور ﷺ کا درجہ سب سے بلند ہے اور آپ سب سے پہلے مخلوق ہو کر سب کی اصل ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد مصطفیٰ ﷺ مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں

کے لئے۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضور ﷺ تمام عالموں کے لئے رحمت ہیں۔اس آیت میں اَلْعٰلَمِیْنَ اسی طرح اپنے عموم پر ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔میں۔یہ صحیح ہے کہ بعض مواقع میں اَلْعٰلَمِیْنَ قرائن خارجیہ کی وجہ سے مخصوص ہے۔لیکن اس آیت کریمہ میں کوئی دلیل مخصوص نہیں پائی جاتی۔بعض قرائن خارجیہ اس کے عموم کی تائید کرتے ہیں۔مثلاً یہ کہ حضور ﷺ کا رحمۃ للعلمین ہونا جہت رسالت سے ہے یعنی حضور ﷺ رسول ہونے کی وجہ سے رحمت ہیں لہٰذا رحمت کا عموم رسالت کے عموم کے عین مطابق ہوگا حضور ﷺ جس کے لئے رسول ہو گئے اسی کے لئے رحمت قرار پائیں گے۔اب یہ معلوم کر لیجئے کہ حضور ﷺ کس کے لئے رسول بن کر تشریف لائے؟ تو مسلم شریف کی حدیث میں وارد ہے اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً ''میں ساری مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں''

جب وہ ساری مخلوق کے لئے رسول ہوئے تو رسول عالمین قرار پائے۔لہٰذا ضروری ہوا کہ آپ رحمۃ للعلمین ہوں۔ثابت ہوا کہ جس طرح حضور ﷺ کی رسالت تمام عالمین کے لئے عام ہے اسی طرح آپ کی رحمت بھی تمام جہانوں کے لئے عام اور ماسوی اللہ کو محیط ہے۔

رہا یہ شبہ کہ کفار و مشرکین وغیرہ بدترین لوگوں کے لئے حضور ﷺ رحمت نہیں۔اس لئے کہ وہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ظہور رحمت کے مراتب ہر ایک کے حق میں متفاوت ہیں۔روح المعانی میں اسی آیت کے تحت مرقوم ہے۔ لَا فَرْقَ بَیْنَ الْمُؤْمِنِ وَالْکَافِرِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ فِیْ ذٰلِکَ وَالرَّحْمَةُ مُتَفَاوِتَةٌ. (تفسیر روح المعانی) حضور ﷺ سب کے لئے رحمت ہیں اس بات میں مومن و کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں۔مگر رحمت ہر ایک کے حق میں مختلف اور متفاوت ہے کہ ان کا مبتلائے عذاب ہونا اس لئے ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حضور ﷺ کی رحمت سے منہ پھیرا ورنہ حضور ﷺ کی رحمت میں کوئی

نقصان نہیں ہے۔ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ میری رحمت ہر شئے پر وسیع ہے مگر اس کے باوجود بھی کفار مبتلائے عذاب ہوں گے۔تو کیا اللہ تعالیٰ کے رحمٰن و رحیم ہونے پر کچھ فرق آئے گا؟ یا کل شیء کے عموم سے انہیں خارج سمجھا جائے گا۔معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ نہیں اور ہرگز نہیں' بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ہر شئے پر وسیع ہے مگر بعض افراد اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے اس قابل ہی نہیں کہ رحمت خداوندی سے فائدہ اٹھائیں۔معلوم ہوا کہ کسی کا رحمت سے فائدہ نہ اٹھانا رحمت کے عموم کے منافی نہیں ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ بلا استثناء تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں اور عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں تو یہ بات بخوبی روشن ہوگئی کہ حضور ﷺ ہر فرد عالم کے لئے رحمت ہیں اور حضور ﷺ کے رحمت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مرتبۂ ایجاد میں تمام عالم کا موجود ہونا بواسطہ وجود سید الموجودات ﷺ کے ہے اور حضور ﷺ اصل ایجاد ہیں۔حضور ﷺ کے بغیر کوئی فرد ممکن موجود نہیں ہو سکتا۔وجود نعمت ہے اور عدم اس کی ضد۔کل موجودات نعمت وجود میں حضور ﷺ کے دامن رحمت سے وابستہ ہیں۔ظاہر ہے کہ جو ذات کسی کے وجود کا سبب اور واسطہ ہو وہ یقیناً اس کے لئے رحمت ہے رحمت کی حاجت ہوتی ہے اور جس چیز کی حاجت ہو وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے چونکہ تمام عالمین اپنے وجود میں حضور ﷺ کے محتاج ہیں اس لئے سب سے پہلے حضور ﷺ کا وجود ضروری ہوگا نیز یہ کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عالمین کے وجود کا سبب اور ان کے موجود ہونے کا واسطہ ہیں تو اس وجہ سے بھی حضور ﷺ کا عالمین سے پہلے موجود مخلوق ہونا ضروری ہے کیونکہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے' علاوہ ازیں اسی آیت سے حضور ﷺ کا اصل کائنات ہونا بھی ثابت ہے۔جیسا کہ صاحب تفسیر عرائس البیان نے جلد ۲ صفحہ ۵۲ و صاحب تفسیر روح المعانی نے صفحہ ۹۶ پارہ ۱۷ پر اسی آیت کے ذیل میں نہایت تفصیل سے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے اور سب جانتے ہیں کہ اصل کا وجود فرع سے پہلے ہوتا ہے۔اس لئے ذات

پاک محمد یہ ﷺ کی خلقت اصل کائنات ہونے کی حیثیت سے کل موجودات اور عالمین سے پہلے ہے۔ الحمدللہ خوب واضح ہوگیا کہ خلقت محمدی ﷺ تمام موجودات عالم سے پہلے ہے۔

تیسری آیت جس سے حضور ﷺ کی اولیت خلقت کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے آیت کریمہ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ہے یعنی ''میں سب سے پہلا مسلم ہوں''

صاحب عرائس البیان فرماتے ہیں (وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اِشَارَۃٌ اِلٰی تَقَدُّمِ رُوْحِہٖ وَجَوْھَرِہٖ عَلٰی جَمِیْعِ الْکَوْنِ) اس آیت میں اشارہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی روح پاک اور جوہر مقدس جمیع کون یعنی تمام ماسوی اللہ پر مقدم ہے (عرائس البیان جلدا صفحہ ۲۳۸)

ظاہر ہے کہ اختیاری یا غیر اختیاری اسلام سے تو عالم کا کوئی ذرہ خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعاً وَّکَرْھًا وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ. (اٰل عمران:۸۳)

پھر سب اسلام لانے والوں سے پہلے حضور ﷺ اسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سب سے پہلے ہوں' لہٰذا اس آیت سے بھی حضور نبی کریم ﷺ کی خلقت تمام کائنات سے پہلے معلوم ہوئی۔

اس آیت کے بعد احادیث میں مضمون کو ملاحظہ فرمائیے

(۱) حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت امام عبدالرزاق صاحب مصنف نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آپ مجھے خبر دیں کہ وہ پہلی چیز کون سی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے پیدا فرمایا؟ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ''اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام

اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا' پھر یہ نور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے موافق جہاں اس نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ جنت تھی نہ دوزخ' نہ فرشتہ تھا نہ آسمان' نہ زمین تھی' نہ سورج نہ چاند' نہ جن نہ انسان جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کردیا۔ پہلے حصے سے قلم بنایا' دوسرے حصے سے لوح' تیسرے حصے سے عرش' اور پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے اور پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے آسمان بنائے اور دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ اور پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے سے مومنین کی آنکھوں کا نور بنایا' اور دوسرے سے ان کے دلوں کا نور پیدا کیا جو معرفت الٰہی ہے اور تیسرے سے ان کا نور انس پیدا کیا اور وہ توحید ہے (جس کا خلاصہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) الخ مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ ۹۔ سیرت حلبیہ جلد ا صفحہ ۳۰' زرقانی جلد اول صفحہ ۴۶۔

یہ حدیث مصنف عبدالرزاق سے جلیل القدر محدثین جیسے امام قسطلانی شارح بخاری و امام زرقانی اور امام ابن حجر مکی اور علامہ فارسی اور علامہ دیار بکری نے اپنی تصانیف جلیلہ افضل القریٰ' مواہب اللدنیہ مطالع المسرات خمیس اور زرقانی علی المواہب میں نقل فرما کر اس پر اعتماد اور اس سے مسائل کا استنباط کیا۔

امام عبدالرزاق صاحب مصنف جو اس حدیث کے مخرج ہیں وہ امام احمد بن حنبل جیسے اکابر ائمہ دین کے استاد ہیں۔ تہذیب التہذیب میں ان کے متعلق لکھا ہے وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحِ الْمِصْرِی قُلْتُ لِاَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلَ رَاَیْتَ اَحَدًا اَحْسَنَ حَدِیْثًا مِنْ عَبْدِالرَّزَّاقِ قَالَ لَا تہذیب التہذیب (صفحہ ۳۱۱ جلد ۶)

امام احمد بن صالح مصری کہتے ہیں ''میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ آپ نے حدیث میں کوئی شخص عبدالرزاق سے بہتر دیکھا؟ انہوں نے فرمایا نہیں''

امام عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ حدیقہ ندیہ میں اس حدیث کی تصحیح فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔ "قَدْ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ نُوْرِهٖ ﷺ كَمَا وَرَدَبِهِ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ" اسی حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دلائل النبوۃ میں تقریباً اسی طرح روایت فرمایا ہے۔ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں علامہ فارسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قَدْ قَالَ الْاَشْعَرِيْ اِنَّهٗ تَعَالٰی نُوْرٌ لَيْسَ كَالْاَنْوَارِ وَالرُّوْحُ النَّبَوِيَّةُ الْقُدْسِيَّةُ لُمْعَةٌ مِنْ نُوْرِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ شَرَرُ تِلْكَ الْاَنْوَارِ وَقَالَ ﷺ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ وَمِنْ نُوْرِيْ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَ غَيْرُهٗ مِمَّا فِيْ مَعْنَاهُ" یعنی عقائد میں اہلسنت کے امام سیدنا ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نور ہے کہ کسی نور کی مثل نہیں اور حضور ﷺ کی روح مقدسہ اسی نور کی چمک ہے اور فرشتے انہی انوار سے جھڑے ہوئے پھول ہیں اور رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

اس حدیث کے علاوہ اور بھی حدیثیں اس مضمون میں وارد ہیں۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں فرمایا" در حدیث صحیح وارد شدکہ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ (مدارج النبوۃ جلد۲ صفحہ۲) پھر حدیث جابر کا مضمون بیان فرمایا۔ کثیر التعداد جلیل القدر ائمہ کا اس حدیث کو قبول کرنا، اس کی تصحیح فرمانا، اس پر اعتماد کر کے اس سے مسائل کا استنباط کرنا اس کے صحیح ہونے کی روشن دلیل ہے خصوصاً سیدنا عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ کا حدیقہ ندیہ کے مبحث ثانی نوع ستین من آفات اللسان فی مسئلہ ذم الطعام میں اس حدیث کے متعلق "الحدیث الصحیح" فرمانا صحت حدیث کو زیادہ واضح کر دیتا ہے۔ ان مختصر جملوں سے ان حضرات کو مطمئن کرنا مقصود ہے جو اس حدیث کی صحت میں متردد رہتے ہیں۔

اس حدیث میں نور کی اضافت بیانیہ ہے اور نور سے مراد ذات ہے (زرقانی جلد اول صفحہ ۴۶) حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے نور پاک یعنی ذات مقدسہ کو اپنے نور یعنی اپنی ذات مقدسہ سے پیدا فرمایا، اس کے یہ معنی

نہیں کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کی ذات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کا مادہ ہے۔ یا نعوذ باللہ۔ حضور کا نور اللہ کے نور کا کوئی حصہ یا ٹکڑا ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذَالِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا

اگر کسی ناواقف شخص کا یہ اعتقاد ہے تو اسے توبہ کرنا فرض ہے۔ اس لئے کہ ایسا ناپاک عقیدہ خالص کفر وشرک ہے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ بلکہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ذاتی تجلی فرمائی جو حسنِ الوہیت کا ظہور اول تھی، بغیر اس کے کہ ذات خداوندی نور محمدی کا مادہ یا حصہ اور جزو قرار پائے یہ کیفیت متشابہات میں سے ہے جس کا سمجھنا ہمارے لئے ایسا ہی ہے جیسا قرآن وحدیث کے دیگر متشابہات کا سمجھنا' البتہ نکتے اور لطیفے کے طور پر اتنا کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح شیشہ آفتاب کے نور سے روشن ہو جاتا ہے لیکن آفتاب کی ذات یا اس کی نورانیت اور روشنی میں کوئی کمی نہیں واقع ہوتی اور ہمارا یہ کہنا بھی صحیح ہوتا ہے کہ شیشے کا نور آفتاب کے نور سے ہے اسی طرح حضور ﷺ کا نور اللہ تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوا اور آئینہ محمدی نور ذاتِ احدی سے اس طرح منور ہوا کہ نور محمدی کو نور خداوندی سے قرار دینا صحیح ہوا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک یا اس کی کسی صفت میں کوئی نقصان اور کمی واقع نہیں ہوئی۔ شیشہ سورج سے روشن ہوا اور اس ایک شیشے سے تمام شیشے منور ہو گئے۔ نہ پہلے شیشے نے آفتاب کے نور کو کم کیا نہ دوسرے شیشوں نے پہلے شیشے کے نور سے کچھ کمی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ فیضان وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے حضور ﷺ کو پہنچا اور حضور ﷺ کی ذات سے تمام ممکنات کو وجود کا فیض حاصل ہوا۔

اس کے بعد اس شبہ کو بھی دور کرتے جائیے کہ جب ساری مخلوق حضور ﷺ کے نور سے موجود ہوئی تو ناپاک، خبیث اور قبیح اشیاء کی برائی اور قباحت معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہو گی جو حضور ﷺ کی شدید توہین ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ آفتاب وجود ہیں اور کل مخلوقات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آفتاب وجود سے فیضان وجود حاصل کر رہی ہے۔ جس طرح اس ظاہری آفتاب کی شعاعیں تمام کرۂ ارضی میں جمادات ونباتات اور کل معدنیات جملہ

مو الید اور جواہر اجسام کے حقائق لطیفہ اور خواص و اوصاف مختلفہ کا اضافہ کر رہی ہیں اور
کسی کی اچھی بری خاصیت کا اثر شعاعوں پر نہیں پڑتا نہ کسی چیز کے اوصاف و اثرات
سورج کے لئے قباحت یا نقصان کا موجب ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے زہریلی چیزوں کا زہر
اور مہلک اشیاء کی یہ تاثیرات معدنیات و نباتات وغیرہ کے الوان طعوم و روائح کھٹا
میٹھا مزا' اچھی بری بو سب کچھ سورج کی شعاعوں سے برآمد ہوتی ہے لیکن ان میں سے
کسی چیز کی کوئی صفت سورج کے لئے عار کا موجب نہیں کیونکہ یہ تمام حقائق آفتاب
اور اس کی شعاعوں میں انتہائی لطافت کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور اس لطافت کے
مرتبے میں کوئی اثر برا نہیں کہا جا سکتا' البتہ جب وہ لطیف اثرات اور حقائق سورج اور
اس کی شعاعوں سے نکل کر اس عالم اجسام میں پہنچتے اور رفتہ رفتہ ظہور پذیر ہوتے ہیں
تو ان میں بعض ایسے اوصاف و خواص پائے جاتے ہیں جن کی بناء پر انہیں قبیح' ناپاک
اور برا کہا جاتا ہے' ظاہر ہے کہ ان برائیوں کا کوئی اثر سورج یا اس کی شعاعوں پر نہیں پڑ
سکتا' اسی طرح عالم اجسام میں کثیف اور نجس چیزوں کا کوئی اثر حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی ذات پاک پر نہیں پڑ سکتا۔

اس کے بعد یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ سورج کی شعاعیں ناپاک
گندی چیزوں پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہو سکتیں تو انوار محمدی کی شعاعیں عالم
موجودات کی برائیوں اور نجاستوں سے معاذ اللہ کیونکر متاثر ہو سکتی ہیں نیز یہ کہ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے نور میں حقائق اشیاء پائی جاتی ہیں۔ اور حقیقت کسی چیز کی نجس اور
ناپاک نہیں ہوتی۔ نجاستیں مٹی میں دب کر مٹی ہو جانے کے بعد پاک ہو جاتی
ہیں۔ نجاستوں کا جو کھاد کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے اسی کے نجس اجزاء پودوں کی غذا بن کر
غلہ اناج' پھول اور پھل سبزیوں اور ترکاریوں کی صورت میں ہمارے سامنے آ جاتے
ہیں اور وہی اجزاء غلیظہ غلہ اور پھل بن کر ہماری غذا بن جاتے ہیں جنہیں پاک سمجھ کر ہم
کھاتے ہیں اور کسی قسم کا تردد دل میں نہیں لاتے۔ ثابت ہوا کہ ناپاکی کے اثرات صور
وتعینات پر آتے ہیں جو محض امور اعتباریہ ہیں حقیقتیں ناپاک نہیں ہوا کرتیں اس لئے
کل مخلوق کا نور محمدی ﷺ سے موجود ہونا کسی اعتراض کا موجب نہیں۔

تقسیم نور:

حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں جو بار بار تقسیم نور کا ذکر آیا ہے اس کے یہ معنی
نہیں کہ معاذ اللہ نور محمدی تقسیم ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جب نور محمدی کو پیدا فرمایا تو اس
میں شعاع در شعاع بڑھاتا گیا اور وہی مزید شعاعیں تقسیم ہوتی رہیں۔ اس مضمون کی
طرف علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اشارہ فرمایا' دیکھئے (زرقانی علی المواہب جلد
اول ص ۴۶) رہا یہ شبہ کہ نور محمدی سے روح محمدی مراد ہے' لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا نور ہونا ثابت نہ ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں نُوْرَ
نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ وارد ہے۔ جس طرح نورہ میں اضافت بیانیہ ہے اور لفظ نور سے اللہ
تعالیٰ مراد ہے' اسی طرح نور نبیک میں اضافت بیانیہ ہے اور لفظ نور سے ذات پاک
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مراد ہے۔ لہٰذا ذات محمدی کو لفظ نور سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس
مقام پر یہ کہنا کہ صرف روح پاک نور ہے جسم اقدس نور نہیں تو یہ بے خبری پر مبنی ہے جسم
اقدس کی لطافت اور نورانیت پر ان شاء اللہ ہم آئندہ گفتگو کریں گے' سردست اتنا عرض
کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ حدیث جابر میں تمام اشیاء سے پہلے جس نور محمدی کی خلقت کا
بیان ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کا نور ہے اور وہ اس لطیف حقیقت
کو بھی شامل ہے جسے حضور ﷺ کے نورانی اور پاکیزہ اجزائے جسمیہ کا جوہر لطیف کہا
جا سکتا ہے' اس لئے کہ وہ نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں بطور امانت رکھا
گیا ہے۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں۔ (وَفِی الْخَبَرِ لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی اٰدَمَ
جَعَلَ) اَوْدَعَ (ذٰلِکَ النُّوْرَ) نُوْرَ الْمُصْطَفٰی فِیْ ظَهْرِہٖ (فَکَانَ) شِدَّةً یَلْمَعُ
فِیْ جَبِیْنِہٖ الخ زرقانی علی المواہب جلد اول ۴۹۔ مواہب اللدنیہ جلد اول ۱۰
ترجمہ: حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو نور مصطفیٰ
ﷺ کو ان کی پشت مبارک میں رکھ دیا اور نور پاک ایسا شدید چمک والا تھا کہ باوجود
پشت آدم میں ہونے کے پیشانی آدم علیہ السلام سے چمکتا تھا اور آدم علیہ السلام کے
باقی انوار پر وہ غالب ہو جاتا تھا۔

یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ پشت آدم علیہ السلام میں ان کی تمام اولاد کے وہ لطیف اجزائے جسمیہ تھے جو انسانی پیدائش کے بعد اس کی ریڑھ کی ہڈی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہی اس کے اجزائے اصلیہ کہلائے جاتے ہیں نہ صرف آدم علیہ السلام بلکہ ہر باپ کے صلب میں اس کی اولاد کے ایسے ہی لطیف اجزائے بدنیہ موجود ہوتے ہیں جو اس سے منتقل ہو کر اس کی نسل کہلاتی ہے اولاد کے ان ہی اجزائے جسمیہ کا آباء کے اصلاب میں پایا جانا باپ بیٹے کے درمیان ولدیت اور ابنیت کے رشتہ کا سنگ بنیاد اور سبب اصلی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت میں قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کے اجزائے اصلیہ رکھ دیئے۔ یہ اجزاء روح کے اجزاء نہیں' نہ روح کا کل ہیں' کیونکہ ایک بدن میں ایک روح سما سکتی ہے' ایک سے زیادہ ایک بدن میں روح کا پایا جانا بداھتہ باطل ہے۔ لہٰذا آدم علیہ السلام کی پشت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک نہیں رکھی تھی بلکہ جسم اقدس کے جوہر لطیف کی نورانی شعاعیں رکھی گئی تھیں' جو نور ذات محمدی ﷺ کی شعاعیں تھیں۔

ارواح بنی آدم کا ان کے آباء کے اصلاب میں نہ رکھا جانا صحیحین کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ استقرار حمل سے چار مہینے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتیں لکھنے کے لئے بھیجتا ہے اور وہ چار باتیں لکھ دیتا ہے۔ اس کا عمل' عمر' رزق اور دوزخی یا جنتی ہونا' پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ مشکوٰۃ ص ۲۰

معلوم ہوا کہ اولاد کی روحیں باپ کے صلب میں نہیں رکھی جاتیں بلکہ شکم مادر میں پھونکی جاتی ہیں۔

ایک شبہ کا ضروری ازالہ:

شاید کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت مبارک سے ان کی قیامت تک پیدا ہونے والی تمام اولاد کو باہر نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا۔ معلوم ہوا کہ تمام بنی آدم کی ارواح آدم

علیہ السلام کی پشت میں تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پشت آدم علیہ السلام سے ان کی اولاد کی ارواح نہیں نکالی گئی تھیں بلکہ وہ ان کے اشخاص مثالیہ تھے جو مثالی صورتوں میں ان کی پشت مبارک سے بہ قدرت ایزدی ظاہر کئے گئے تھے کیونکہ ہم ابھی حدیث صحیحین سے ثابت کر چکے ہیں کہ ماؤں کے پیٹ میں نفخ روح کیا جاتا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ نور محمدی اپنی عزت و کرامت کے مقام میں جلوہ گر رہا اور پشت آدم علیہ السلام میں اجزائے جسمانیہ کے جوہر لطیف کے انوار رکھے گئے تھے جو اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتے رہے۔

تطبیق:

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نور محمدی ﷺ آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا' اور بعض روایات میں وارد ہے کہ نور محمدی ﷺ پیشانی آدم علیہ السلام میں جلوہ گر تھا' جیسا رازی کی تفسیر کبیر میں ہے دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ وہ نور مبارک پشت آدم ہی میں تھا لیکن اپنے کمال نورانیت اور شدت چمک کی وجہ سے پیشانی آدم علیہ السلام میں چمکتا تھا۔

الحمد للہ ہمارے اس بیان سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بدن مبارک بھی نور تھا۔

صاحب روح المعانی حضور ﷺ کے اول خلق ہونے کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں۔ وَلِذَا کَانَ نُوْرُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ الْمَخْلُوْقَاتِ فَفِی الْخَبَرِ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی نُوْرَنَبِیِّکَ یَاجَابِرُ تفسیر روح المعانی پ ۷ اصفحہ ۹۶۔

ترجمہ: چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وصول فیض میں واسطہ عظمیٰ ہیں اسی لئے حضور ﷺ کا نور اول مخلوقات ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے ''سب سے پہلی وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ تیرے نبی کا نور ہے اے جابر''

اس حدیث جابر مذکورہ کو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب

کے ۶ پر تفصیل سے لکھا ہے۔

(۲) حدیث حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام احمد بیہقی و حاکم نے حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''بیشک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے یعنی ان کا ابھی پتلا بھی نہ بنا تھا' حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا۔ مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ حدیث بروایت شرح السنہ مذکور ہے مواہب اللدنیہ جلد ا' ص ۶۔

ایک شبہ کا ازالہ:

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ خاتم النبیین کے معنی دنیا میں تمام نبیوں کے آخر میں آنے والا نبی' یہ معنی دنیا میں متحقق ہو سکتے ہیں عالم ارواح میں اس معنی کا ثابت ہونا ممکن نہیں للہذا اس حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ حضور کا خاتم النبیین ہونا علم الٰہی میں مقدر تھا یا یہ کہنا پڑے گا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی قطعاً آخری نبی ہیں..... اور حدیث کا مطلب یہی ہے کہ میں فی الواقع خاتم النبیین ہو چکا تھا نہ یہ کہ میرا خاتم النبیین ہونا علمِ الٰہی میں مقدر تھا' کیونکہ علمِ الٰہی میں تو ہر چیز مقدر تھی البتہ یہ ضرور ہے کہ آخر النبیین ہونے کا ثبوت اور ظہور دو الگ مرتبے ہیں اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ختم نبوت کے منصب پر اپنے حبیب ﷺ کو فائز فرما دیا بایں معنی کہ سب نبیوں کے بعد ان کا سردار بن کر جانے والا نبی یہی محبوب ہے اگرچہ جانے کا موقع ابھی نہ آیا ہو۔ یہ بالکل ایسا ہے کہ بادشاہ کسی کو امیر جہاد مقرر کر دے تو اس امارت کا ظہور جہاد پر جانے کے بعد ہی ہوگا' اس کا منصب جلیل پہلے ہی سے ثابت ہو گیا اسی طرح یہاں سمجھ لیں کہ منصب خاتم النبیین کا ثبوت حضور اکرم ﷺ کے لئے پہلے سے ثابت تھا لیکن اس کا ظہور دنیا میں تشریف لانے کے بعد ہوا۔

اس بیان سے ایک اصول ظاہر ہو گیا کہ ثبوت کمال کے لئے اسی وقت ظہور

لازم نہیں۔ اسی لئے اہل سنت کا مسلک ہے کہ حضور سید عالم ﷺ تمام کمالات محمدیت کے ساتھ متصف ہو کر پیدا ہوئے۔ لیکن ان کا ظہور اپنے اپنے اوقات میں حسب حکمت و مصلحت خداوندی ہوا۔

(۳) حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کو نبوت کب ملی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ' آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے' یعنی ان کے جسم میں جان نہیں ڈالی گئی تھی' یہ روایت ترمذی شریف کی ہے اور علامہ ابو عیسیٰ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ انہیں الفاظ میں حضرت میسرہ سے ایک حدیث مروی ہے امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو روایت کیا اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں یہ حدیث روایت کی اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی۔ (مواہب اللدنیہ جلد ا ص ۶)۔

(۴) حدیث حضرت امام زین العابدین علیٰ ابائہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور وہ اپنے والد مکرم حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''میں پیدائش آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ (انسان العیون جلد ا صفحہ ۲۹)

ازالہ شبہ: اس روایت میں خلق آدم علیہ السلام سے صرف چودہ ہزار برس پہلے حضور ﷺ کے نور پاک کا ذکر ہے' حالانکہ بعض روایتوں میں اس سے بہت زیادہ سالوں کا ذکر بھی وارد ہے یہ تعارض کیسے رفع ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں چودہ ہزار کا ذکر ہے اس سے زیادہ کی نفی نہیں۔ للہذا کسی دوسری روایت میں چودہ ہزار سے زیادہ سالوں کا وارد ہونا تعارض کا موجب نہیں۔

(۵) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا آپ کی عمر کتنے سال ہے؟ عرض کیا حضور! اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستر ہزار برس کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا تھا جسے میں نے اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے جبرائیل! میرے رب کی عزت وجلال کی قسم وہ ستارہ میں ہوں۔ (انسان العیون جلد اص ۲۹، روح البیان جلد۳ ص ۵۴۳)

آیات واحادیث کی روشنی میں بعض علماء مفسرین کی تصریحات کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی خلقت مبارکہ کا نہایت مختصر بیان ناظرین کرام کے سامنے آگیا اوراس اثناء میں بعض فوائد بھی مذکور ہوچکے ہیں اس کے بعد ولادت محمدی ﷺ کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

ولادت محمدی ﷺ

بیان سابق میں یہ بات ہوچکی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت میں رکھا گیا جوان کی پیشانی سے چمکتا تھا نور مبین اصلاب طاہرہ اورارحام طیبہ میں منتقل ہوتا رہا جیسا کہ ابونعیم کی روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے تمام آباواجداد سفاح سے پاک ہیں۔ یعنی میرے والدین ماجدین سے لے کر آدم وحوا علیہما السلام تک کوئی مرد یا عورت ایسا نہیں ہوا جس نے معاذ اللہ کسی قسم کی فحاشی یا بے حیائی کا کام کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ اصلاب طیبہ سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل فرمایا۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۱)

مشکوٰۃ شریف میں حضرت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ سرکار ارشاد فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں

سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔ بعض دیگر روایات میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا صفی اور برگزیدہ بنا کر ان کی اولاد میں سے حضرت نوح علیہ السلام کو چن لیا اور نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمالیا۔ الخ۔ (مشکوٰۃ۔ ص:۵۱۱)

دلائل النبوۃ میں ابونعیم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت لاتے ہیں۔ ام المومنین رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں تمام مشارق ومغارب میں پھرا، میں نے حضرت محمد ﷺ جیسا فضیلت والا کوئی نہ پایا، نہ خاندان بنی ہاشم کی طرح کوئی خاندان افضل دیکھا۔ (انسان العیون جلد اص ۲۶)

حافظ ابوسعید نیشاپوری ابوبکر ابن ابی مریم سے اور وہ ابوسعید بن عمرو انصاری سے اور وہ اپنے والد ماجد سے اور ان کے والد ماجد سیدنا کعب احبار رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک جب حضرت عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہوگئے تو ایک دن حطیم کعبہ میں سوئے، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن وجمال کا لباس زیب تن ہے وہ نہایت حیران ہوئے کہ نہیں معلوم یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ان کے والدین ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنوں کے پاس لے گئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس واقعہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو نکاح کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ انہوں نے پہلے قبیلہ سے نکاح کیا۔ پھر ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ حضور ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے ساتھ حاملہ ہوگئیں۔ یعنی حضور ﷺ کے والد ماجد جناب عبداللہ اپنی والدہ کے شکم مبارک میں جلوہ گر ہوگئے جناب عبدالمطلب کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک ان کی پیشانی میں چمکتا رہا، جب مکہ میں قحط ہوتا تو لوگ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے تھے اور ان کے ذریعے سے تقرب خداوندی ڈھونڈتے اور بارش کے لئے دعائیں

کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو نور محمدی ﷺ کے طفیل قبول فرماتا اور کثرت سے رحمت کی بارش برستی۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول' ص ۱۵)

ابونعیم اور خرائطی اور ابن عساکر نے بطریق عطا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب حضرت عبد المطلب اپنے فرزند جلیل جناب عبداللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو راستہ میں ایک کاہنہ ملی جو یہودیہ ہوگئی تھی اور وہ کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی' اس کو فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے' اس نے حضرت عبداللہ کے چہرے میں نور نبوت چمکتا ہوا دیکھا تو حضرت عبداللہ کو اپنی طرف بلانے لگی۔ مگر حضرت عبداللہ نے انکار فرمایا۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۹)۔

حضور سید عالم ﷺ کے آباء وامہات الیٰ آدم وحوا علیہما السلام کے زنا و فحاشی سے پاک ہونے پر اجماع امت ہے' البتہ ہر فرد کے مومن ہونے میں اختلاف ہے۔ روافض نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمیع آباء کے ہر ہر فرد کو مومن ماننا قطعی اور ضرورت ایمان سے قرار دیا اور اہل سنت نے اس کو ظنی اور مجتہد فیہ مانا' اسی وجہ سے اس مسئلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہوگئے۔ لیکن متاخرین جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین ماجدین سے لے کر آدم وحوا علیہما السلام تک کل آباء وامہات مومن وموحد ہیں اور کسی کا کفر وشرک قطعاً ثابت نہیں ان محققین متاخرین کے نزدیک آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ چچا ہیں۔ محاورات عرب میں چچا پر باپ کا اطلاق اکثر ہوتا ہے اور جن روایات میں "اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّار" آیا ہے وہاں بھی لفظ اب سے ابولہب وغیرہ مشرکین مراد ہیں۔ والدہ مکرمہ کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو استغفار کا اذن نہ ہونا بھی معاذ اللہ ان کے کفر کی دلیل نہیں بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ غیر نبی اور غیر رسول کے لئے استغفار کا اذن نہ ہونا بھی معاذ اللہ ان کے کفر کی دلیل نہیں بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ غیر نبی اور غیر رسول کے لئے استغفار کا لفظ اس کے حق میں گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے' چونکہ حضور ﷺ کے والدین ایام فترۃ میں تھے اس لئے ان کی نجات کے لئے اعتقاد توحید کافی تھا۔ کسی شریعت و

احکام الٰہی کا اس وقت وجود نہ تھا جس کی وجہ سے کوئی گناہ قرار پاتا اور اس سے ان کا بچنا ضروری ہوتا' لہٰذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہ ہوا تا کہ کسی کا ذہن ان کے گناہ کا وہم پیدا نہ کرے۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین ماجدین کا زندہ ہونے کے بعد ایمان بھی اس لئے نہ تھا کہ معاذ اللہ وہ کفر پر مرے تھے۔ بلکہ صرف اس لئے ان کو زندہ کیا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کی فضیلت بھی انہیں حاصل ہو جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین کی بابت۔

فقہ اکبر کی عبارت مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ عَلٰی حَذْفِ الْمُضَافِ ہے ای مَاتَا عَلٰی عَہْدِ الْکُفْرِ یعنی موت حضور ﷺ کی نبوت اور اسلام کے ظہور سے پہلے اس عہد میں ہوئی جو کفر وجاہلیت کا عہد اور زمانہ تھا۔ یہ نہیں کہ معاذ اللہ وہ بحالت کفر مرے ہوں۔

ملا علی قاری نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین معظمین کے کفر پر بہت زور دیا ہے لیکن اخیر میں رجوع کرلیا' اور توبہ کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ جیسا کہ حاشیہ نبراس حاشیہ نمبر ۵۔ ص ۵۲۶۔ پر ہے ونقل توبۃ عن ذالک فی القول المستحسن (۱۲)۔

فائدہ: حضور ﷺ کے والدین کا کفر ثابت کرنے میں ملا علی قاری نے جس شدت اور غلو سے کام لیا اہل علم پر مخفی نہیں اس کے باوجود بھی انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس مسئلہ کے سوا باقی تمام مسائل میں خوش عقیدہ تھے' ظاہر ہے کہ خوش عقیدگی ضائع ہونے والی چیز نہیں' اس لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق ان کے شامل حال ہوئی اور وہ اس قول شنیع سے تائب ہوئے۔ فقیر کا رجحان طبع یہ ہے کہ ملا علی قاری کے علاوہ بھی جن خوش عقیدہ لوگوں سے ایسی لغزش ہوگئی ہے ان کے حق میں بھی ہمیں یہی حسن ظن رکھنا چاہئے کہ مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی توفیق عطا فرمادی ہو گی۔ وَمَاذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ

تفسیر کبیر وغیرہ میں بعض علماء کا وہ کلام جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے والدین کا ایمان ثابت کرنے والوں کے دلائل پر کیا ہے۔ درحقیقت وہ ان روافض کا رد ہے جو اس مسئلہ کو قطعی قرار دے کر اسے ضرورت دین میں شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ عنوان کلام قَالَتِ الشِّیْعَۃ اور اسکے بعد قَالَ اَصْحَابُنَا سے واضح ہے' یہ نہیں کہ ان کا یہ کلام اہل سنت کے رد میں ہے اور معاذ اللہ انہوں نے حضور سید عالم ﷺ کے والدین ماجدین کو کافر کہہ کر اللہ کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا پہنچائی ہو' معاذ اللہ' ثم معاذ اللہ۔

مواہب اللدنیہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ اصحاب فیل کا بادشاہ ابرہہ معاذ اللہ خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے مکہ معظّمہ پر چڑھائی کرنے آیا تو حضرت عبدالمطلب قریش کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھ گئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک جناب عبدالمطلب کی پیشانی میں بشکل ہلال نمودار ہو کر اس قدر قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں خانہ کعبہ پر پڑیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنی پیشانی کے نور کو خانہ کعبہ پر چمکتا ہوا دیکھ کر قریش سے فرمایا کہ واپس چلو۔ میری پیشانی کا نور جو اس طرح چمکا ہے' یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔ (مواہب اللدنیہ' جلد ا صفحہ ۱۵)

حضرت عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر والے پکڑ کر لے گئے تھے انہیں چھڑانے کے لئے جناب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس گئے' آپ کی صورت دیکھتے ہی عظمت وہیبت نور مقدس کی وجہ سے ابرہہ از راہ تعظیم فوراً تخت سے نیچے اترا پھر جناب عبدالمطلب کو اپنے برابر بٹھالیا۔

(مواہب اللدنیہ جلد ا' تاریخ حبیب الٰہ۔)

ابرہہ نے لشکر کی خبر دینے کے لئے اپنی قوم کا ایک آدمی بھیجا جب وہ مکہ معظّمہ میں داخل ہوا اور اس نے جناب عبدالمطلب کے چہرہ کو دیکھا تو فوراً جھک گیا اور اس کی زبان لرزنے لگی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا جس طرح بیل ذبح ہوتے وقت خراٹے مارنے لگتا ہے جب ہوش میں آیا تو عبدالمطلب کے سامنے سجدہ کرتا ہوا گر پڑا اور کہنے لگا' میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً سید قریش ہیں

(مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۵)

ابرہہ کا ایک بہت بڑا سفید رنگ کا ہاتھی تھا باقی سب ہاتھی سدھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے اسے سجدہ کیا کرتے تھے اور اس بڑے ہاتھی نے باوجود سدھائے ہوئے ہونے کے بھی ابرہہ کو کبھی سجدہ نہ کیا۔ جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ بادشاہ کے پاس تشریف لائے تو اس نے سائیس کو حکم دیا کہ اس بڑے سفید رنگ والے ہاتھی کو حاضر کرے جب ہاتھی حاضر ہوا اور اس نے جناب عبدالمطلب کے چہرہ پر نظر کی تو ان کے سامنے ادب سے اس طرح بیٹھ گیا جیسے اونٹ بیٹھتا ہے' پھر سجدہ کرتا ہوا گر پڑا اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی دی۔ ہاتھی نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَى النُّوْرِ الَّذِیْ فِیْ ظَهْرِكَ یَا عَبْدَالْمُطَّلِبْ سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پیٹھ میں ہے اے عبدالمطلب' (مواہب اللدنیہ جلد ا ص ۱۶۔۱۵' انسان العیون جلد اول ص ۵۷۔)

عبدالمطلب کی نذر اور خواب اور
حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی قربانی

ابتداء میں حضرت عبدالمطلب کے صرف ایک صاحبزادے حارث تھے' آپ نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھے پورے دس بیٹے عنایت فرمائے اور وہ سب میرے معاون ہوں تو ان میں سے ایک بیٹے کی میں قربانی کروں گا۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب زمزم کھودنے میں مصروف ہو گئے اور یہ کام ان کے لئے بڑی عزت وفخر کا موجب تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کے دس بیٹے پورے کر دیئے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) حارث (۲) زبیر (۳) حجل (۴) ضرار (۵) حقوم (۶) ابولہب
(۷) عباس (۸) حمزہ (۹) ابوطالب (۱۰) عبداللہ

ان بیٹوں سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں تو ایک رات جناب عبدالمطلب کعبہ مطہرہ کے پاس قیام لیل میں مشغول تھے' خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا

ہے کہ عبدالمطلب اس بیت (کعبہ شریف) کے رب کی جو نذر مانی تھی وہ پوری کیجئے
عبدالمطلب مرعوب ہو کر گھبرائے ہوئے اٹھے اور حکم دیا کہ فوراً ایک مینڈھا ذبح کر
کے فقراء و مساکین کو کھلا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اگلی رات پھر سوئے تو خواب
میں دیکھا کہنے والا کہہ رہا ہے ''اس سے بڑی چیز قربان کیجئے'' بیدار ہو کر اونٹ قربان
کیا اور مساکین کو کھلا دیا۔ پھر اگلی رات سوئے تو ندا آئی اس سے بھی بڑی چیز قربان
کیجئے'' فرمایا اس سے بڑی کیا چیز ہے؟ ندا دینے والے نے کہا ''اپنے ایک بیٹے کی
قربانی دیجئے'' جس کی آپ نے نذر مانی تھی آپ یہ سن کر غمگین ہوئے اور اپنے سب
بیٹوں کو جمع کیا اور انہیں وفاء نذر کی طرف دعوت دی۔ سب نے کہا ہم آپ کی
اطاعت کریں گے آپ ہم میں سے جس کو چاہیں ذبح کر دیں آپ نے فرمایا قرعہ
اندازی کر لو قرعہ اندازی میں حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ جو جناب عبدالمطلب کے
محبوب ترین بیٹے تھے قرعہ نکلنے کے بعد عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا'
چھری لی اور ذبح کرنے کیلئے چل دیئے۔ جب چھری پھیرنے کا ارادہ کیا تو سادات
قریش جمع ہو گئے اور عبدالمطلب سے کہنے لگے'' آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟'' انہوں
نے فرمایا ''میں اپنی نذر پوری کرنا چاہتا ہوں'' سرداران قریش بولے ہم آپ کو ایسا نہ
کرنے دیں گے۔ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں عذر کر کے سبکدوش ہو جائیں۔ اگر
آپ ایسا کر بیٹھے تو ہمیشہ کے لئے بیٹا ذبح کرنے کی سنت جاری ہو جائے گی۔
سرداران قریش نے مشورہ کر کے جناب عبدالمطلب سے کہا چلئے فلاں کاہنہ کے پاس
چلیں جس کا نام قطبہ ہے (بعض نے ان کا نام سجاح بتایا ہے) شاید وہ آپ کو ایسی
بات بتائے جس میں آپ کے لئے کشادگی اور گنجائش ہو۔ یہ سب لوگ کاہنہ کے پاس
پہنچے اور تمام واقعہ اسے بتایا۔ اس نے کہا ''تم میں خون بہا کتنا ہوتا ہے کہا گیا دس اونٹ
اس نے بتایا آپ سب لوگ واپس چلے جائیں اور دس اونٹ اور عبداللہ کے درمیان
قرعہ اندازی کریں اگر قرعہ عبداللہ کے نام کا نکل آئے تو دس اونٹ بڑھا کر پھر قرعہ
ڈالیں اور جب تک عبداللہ کا نام نکلتا رہے دس اونٹ بڑھاتے جائیں یہاں تک کہ
اونٹوں کے نام کا قرعہ ڈالیں جب ایسا ہو تو ان اونٹوں کو عبداللہ کی بجائے ذبح کر دیا

جائے وہ قربانی گویا عبداللہ کی قربانی ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ہر قرعہ پر عبداللہ کا نام
نکلتا رہا اور دس دس اونٹ بڑھاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب سو اونٹ تک پہنچے تو
جناب عبداللہ کی بجائے اونٹوں کا نام قرعہ میں نکلا اور سو اونٹوں کو قربان کر دیا گیا یہ
قربانی اونٹوں کی نہیں بلکہ جناب عبداللہ (حضور ﷺ کے والد ماجد) کی قربانی قرار
پائی یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں' یعنی حضرت
اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام اور عبداللہ بن عبدالمطلب کا۔ انتہیٰ' مواہب
اللدنیہ جلد ا ص ۱۶۔۱۷۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ جناب عبدالمطلب نے بیٹا ذبح کرنے کی نذر
اس وقت مانی تھی جب آپ کو زمزم کا کنواں کھودنے کا خواب میں حکم دیا گیا تھا اور اس
سلسلہ میں آپ کو کچھ پریشانی لاحق ہوئی تو آپ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس
کام کو مجھ پر آسان کر دیا تو میں ایک بیٹا اللہ کے نام پر قربان کروں گا

(مواہب اللدنیہ جلد ا ص ۱۷)

نسب شریف: مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ترمذی سے بروایت حضرت عباس مروی
ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں محمد ہوں عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا
پوتا' اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان بنایا' انسان
میں دو فرقے پیدا کئے عرب اور عجم مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا پھر عرب میں
کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں پیدا کیا یعنی قریش میں پھر قریش میں
کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا' یعنی بنی ہاشم میں' پس
میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں
نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور سفاح یعنی بدکاری سے پیدا نہیں ہوا ہوں آدم علیہ السلام
سے لے کر میرے والدین تک سفاح یعنی جاہلیت کا کوئی مورث مجھ کو نہیں پہنچا یعنی
زمانہ جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی میرے آباء و امہات سب اس سے منزہ
رہے' پس میرے نسب میں اس کا کوئی میل نہیں ہے۔ روایت کیا اس کو طبرانی' ابونعیم

اور ابن عسا کر نے اوسط میں (مواہب اللدنیہ)

ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا مرفوعاً یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے اسلاف میں سے کبھی کوئی مرد عورت بطور سفاح کے نہیں ہے کبھی کا مطلب یہ ہے کہ جس قربت کو میرے نسب میں بھی دخل نہ ہو مثلاً حمل ہی نہ ٹھہرا ہو وہ بھی بلا نکاح نہیں ہوئی یعنی آپ کے سب اصول ذکور واناث ہمیشہ برے کام سے پاک رہے' اللہ تعالیٰ مجھ کو اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف مصفی مہذب کر کے منتقل کرتا رہا۔ جب کبھی دو شعبے ہوئے جیسے عرب و عجم پھر قریش و غیر قریش وعلیٰ ہذا۔ میں بہترین شعبے میں رہا۔ (مواہب اللدنیہ)

دلائل ابونعیم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتی ہیں اور آپ جبرائیل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں تمام مشرق ومغرب میں پھر اسو میں نے کوئی شخص محمد ﷺ سے افضل نہیں دیکھا اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا اور اس طرح طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ آثار صحت کے اس متن یعنی حدیث کے صفحات پر نمایاں ہیں۔ (مواہب اللدنیہ) یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس قول کا یوں منظوم ترجمہ کیا گیا ہے۔

آفاقہا گردیدہ ام ۔ مہر بتاں ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام ۔ لیکن تو چیزے دیگری

مشکوٰۃ میں مسلم سے روایت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا' اور کنانہ میں سے قریش کو' اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔ اور ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسمٰعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

نسب نامہ: حضرت محمد مصطفی ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن

کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

فائدہ: ہم نے حضور ﷺ کا نسب نامہ جناب عدنان تک لکھا ہے کیونکہ اس کے بعد نسب بیان کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہوا' کذب النسابون اور محتاط علماء نے بھی یہیں تک آپ کا نسب شریف لکھا ہے۔

زمانۂ طفولیت: ابن شیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جھولا) فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا۔ (مواہب اللدنیہ)

بیہقی اور ابن عسا کر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ کہتی تھیں کہ انہوں نے جب آپ کا دودھ چھڑایا تو آپ نے دودھ چھڑانے کے ساتھ ہی سب سے اول جو کلام فرمایا وہ یہ تھا اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْراً وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْراً وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً۔ جب آپ ذرا سمجھ دار ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے) (مواہب اللدنیہ)

ابن سعد' ابونعیم اور ابن عسا کر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ آپ کو کہیں دور نہ جانے دیا کرتیں ایک بار ان کو کچھ خبر نہ ہوئی آپ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مویشی کی طرف چلے گئے' حضرت حلیمہ آپ کی تلاش میں نکلیں یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا' کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا' اماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جوان پر سایہ کئے ہوئے تھا' جب ٹھہر جاتے تھے وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب یہ چلنے لگتے تو وہ بھی چلنے لگتا یہاں تک کہ اس موقع تک اسی طرح پہنچے۔

(مواہب اللدنیہ)

حضرت حلیمہ سعدیہ سے روایت ہے کہ میں (طائف سے) بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مل کر چلی (اس قبیلہ کا یہی کام تھا) اور اس سال سخت قحط تھا میری گود میں ایک بچہ تھا۔ مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہوتا۔ رات بھر اس کے رونے کی وجہ سے نیند نہ آتی اور نہ ہماری اونٹنی کے دودھ ہوتا۔

میں ایک دراز گوش پر سوار تھی جو غایت لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا، ہمراہی بھی اس سے تنگ آ گئے تھے ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ ﷺ کو جو عورت دیکھتی اور یہ سنتی کہ آپ یتیم ہیں کوئی قبول نہ کرتی (کیونکہ زیادہ انعام واکرام کی توقع نہ ہوتی اور ادھر ان کو دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ ملا) میں نے اپنے شوہر سے کہا۔ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں خالی جاؤں، میں تو اس یتیم کو لاتی ہوں شاید اللہ تعالیٰ برکت عطا کرے، غرض میں آپ کو جا کر لے آئی جب اپنی فرودگاہ پر لائی اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر اترا کہ آپ کے رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور پیٹ بھر کر سو گئے اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا۔ غرض اس نے دودھ نکالا اور ہم سب نے اونٹنی کا دودھ خوب سیر ہو کر پیا اور رات بڑے آرام سے گزری اور اس سے پہلے سونا میسر نہ ہوتا تھا۔ شوہر کہنے لگا اے حلیمہ تو تو بڑے برکت والے بچے کو لائی میں نے کہا ہاں مجھے یہی امید ہے، پھر مکہ سے روانہ ہوئے اور آپ کو لے کر اسی دراز گوش پر سوار ہوئی، پھر تو اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو پکڑ نہ سکتی تھی، میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ حلیمہ ذرا آہستہ چلو، یہ وہی تو ہے جس پر تم آئی تھیں، میں نے کہا ''ہاں وہی ہے'' وہ کہنے لگیں بے شک اس میں کوئی بات ہے، پھر ہم اپنے گھر پہنچے اور وہاں سخت قحط تھا، لیکن میری بکریاں دودھ بھری آتیں اور دوسروں کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ کا نہ ملتا، میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہیں چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں۔ ان لوگوں کے کہنے پر چرواہوں نے اپنے جانور میرے جانوروں کی چراگاہ میں چرنے کے لئے چھوڑے مگر پھر بھی ان کے جانور خالی آتے اور میرے جانور بھرے آتے (کیونکہ چراگاہ میں کیا رکھا تھا وہ تو بات ہی اور تھی) غرض ہم برابر خیر و برکت کا مشاہدہ کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ کا دودھ چھڑایا، آپ کا نشو ونما اور بچوں سے بہت زیادہ تھا، یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے، پھر ہم آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ اور رہیں اس لئے آپ کی والدہ

سے اصرار کر کے دوبارہ مکہ میں جانے کے بہانے سے پھر اپنے گھر لے آئے سو چند مہینے بعد ایک بار آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مویشی میں پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا، مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کیا، میں اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ سو ہم دونوں گھبرائے ہوئے گئے دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں، لیکن رنگ متغیر ہے، میں نے پوچھا بیٹا کیا تھا، فرمایا، دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے کچھ ڈھونڈ کر نکالا، معلوم نہیں کیا تھا، ہم آپ کو اپنے ڈیرے پر لائے، تب شوہر نے کہا حلیمہ اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہے قبل اس کے کہ اس کا زیادہ اثر ہو ان کے گھر پہنچا آ، میں آپ کی والدہ کے پاس لے کر گئی۔ آپ نے فرمایا تو تو اس کو رکھنا چاہتی تھی، پھر کیوں لے آئی، میں نے کہا اب خدا کے فضل سے ہوشیار ہو گئے ہیں اور میں اپنی خدمت کر چلی، خدا جانے کیا اتفاق ہوتا، اس لئے لائی ہوں، انہوں نے فرمایا یہ بات نہیں، سچ بتلا؟ میں نے سب قصہ سچ سچ بیان کیا۔ کہنے لگیں تجھ کو ان پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہے؟ میں نے کہا ''ہاں'' کہنے لگیں ہرگز نہیں واللہ شیطان کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا، میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے پھر انہوں نے بعض حالات حمل اور ولادت کے بیان کئے اور بعد میں فرمایا اچھا ان کو چھوڑ دو اور خیریت کے ساتھ جاؤ (سیرت ابن ہشام)

حلیمہ کے اس لڑکے کا نام عبداللہ ہے اور یہ انیسہ اور جذامہ کے بھائی ہیں اور یہ جذامہ شیماء کے نام سے مشہور ہیں اور یہ سب اولاد ہیں حارث بن عبدالعزیٰ کی جو شوہر ہیں حلیمہ کے۔ (فی زاد المعاد)

بعض اہل علم نے ان سب کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ (شمامۃ اور زاد المعاد)

محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (اس بار کے شق صدر کے بعد کا واقعہ) مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو اور ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا، پھر اسی طرح سو آدمیوں کے ساتھ، پھر ہزار آدمیوں

کے ساتھ کیا' پھر کہا کہ بس کرو۔ واللہ اگر ان کو ان کی تمام امت سے وزن کرو گے تب بھی یہ وزنی نکلیں گے۔ (سیرت ابن ہشام)

اس جملہ میں آپ کو بشارت سنائی کہ آپ نبی ہونے والے ہیں' آپ کا شق صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا' ایک تو یہی جو ذکر کیا گیا' دوسری بار دس سال کی عمر میں صحرا میں ہوا تھا' تیسری بار وقت بعثت کے ماہ رمضان غار حرا میں' چوتھی بار شب معراج میں اور پانچویں بار ثابت نہیں۔ (شمامۃ، بتغیر یسیر)

ایام طفولیت مبارکہ میں شق صدر کے بعد سینۂ اقدس کو ٹانکے لگائے گئے

صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۲ پر حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ بچوں کے ساتھ اپنی (شان کے لائق) کھیل رہے تھے' جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین پر لٹا کر سینۂ اقدس چاک کیا' قلب مبارک کو باہر نکال کر اس سے منجمد خون نکالا اور زمزم کے پانی سے دھو کر سینۂ اقدس میں رکھ کر سینہ مبارک بند کر دیا' وہ بچے جن کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھیل رہے تھے' آپ کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اِنَّ مُحَمَّدً اقَدْ قُتِلَ ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے تو لوگ دوڑتے ہوئے آئے تو محمد ﷺ کا رنگ مبارک بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے سینۂ اقدس میں سوئی (سے سیئے جانے) کا نشان دیکھا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شق صدر مبارک کے متعلق روحانی' منامی' کشفی' معنوی وغیرہ کی تمام تاویلات قطعاً باطل ہیں بلکہ یہ "شق" اور چاک کیا جانا' حسی حقیقی اور امر واقعی ہے' کیونکہ سینۂ اقدس میں سوئی سے سیئے جانے کا نشان چمکتا ہوا نظر آتا تھا' پھر حدیث پاک میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کھیلنے والے لڑکے دوڑے

ہوئے حضور ﷺ کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ) کے پاس آئے اور کہا کہ محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ پاک کے چاک ہونے اور قلب اطہر کے نکالے جانے اور اس سے منجمد خون کے باہر نکالے جانے کا واضح ذکر اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متغیر اللون ہونے کا بیان اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے کہ یہ واقعہ بالکل حسی ہے' اس کو معنوی کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

اس تفصیل کو ذہن نشین کر لینے کے بعد بیان سابق میں ہمارا یہ قول بالکل بے غبار ہو جاتا ہے کہ شق صدر مبارک بچپن میں ہوا یا جوانی میں' قبل البعثت ہوا یا بوقت معراج' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وفات حیات حقیقی کے ساتھ زندہ رہنے کی قوی دلیل ہے' کیونکہ انسان کا دل اس کی روح حیات کا مستقر ہوتا ہے' اس کا سینہ سے باہر آ جانا روح حیات کا بدن سے نکل جانا ہے۔ گویا اس واقعہ میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح قلب مبارکہ کے سینۂ اقدس سے باہر ہو جانے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں۔ اسی طرح روح مقدس کے قبض ہو جانے کے بعد زندہ رہیں گے یہ واقعہ حضور ﷺ کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے۔

فائدہ جلیلہ: فضیلت شق صدر حضور ﷺ کے طفیل باقی انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوئی' جیسا کہ تابوت بنی اسرائیل کے قصہ میں طبرانی کی طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ كَانَ فِيهِ الطَّشْتُ الَّتِي يُغْسَلُ فِيهَا قُلُوبُ الْاَنْبِيَاءِ (فتح الملہم جلد اول ص ۱۰۰) یعنی تابوت سکینہ میں وہ طشت بھی تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو دھویا جاتا ہے' چونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حضور ﷺ کی تبعیت میں حیات حقیقی عطا کی گئی۔ لہٰذا شق صدر اور قلب مبارک کا دھویا جانا بھی ان کو عطا کیا گیا تھا تاکہ ان کی حیات بعد الوفات پر بھی اسی طرح دلیل قائم ہو جائے جس طرح رسول ﷺ کی حیات بعد الممات پر دلیل قائم کی گئی اور اس طرح بلا تخصیص و تقیید مطلقاً حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت ہو جائے۔

قلب مبارک کا دھویا جانا: قلب اطہر کا زمزم سے دھویا جانا کسی آلائش کی وجہ سے نہ تھا' کیونکہ حضور سید عالم ﷺ سید الطیبین والطاہرین ہیں۔ ایسے طیب و طاہر

کہ ولادت باسعادت کے بعد بھی حضور سید عالم ﷺ کو غسل نہیں دیا گیا' لہٰذا قلب اقدس کا زم زم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر مبنی تھا کہ زمزم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے جو دنیا کے کسی پانی کو حاصل نہیں' بلکہ قلب اطہر کے ساتھ ماءِ زمزم کو مس فرما کر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کوثر و تسنیم کے پانی کو بھی حاصل نہیں۔

شق صدر کی حکمتیں: شب معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ اقدس کے شق کئے جانے میں بے شمار حکمتیں مضمر ہیں جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قلب اطہر میں ایسی قوت قدسیہ بالفعل ہو جائے جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سمٰوٰت کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدار الٰہی سے مشرف ہونے میں کوئی دقت اور دشواری پیش نہ آئے۔

حیات النبی کی دلیل: علاوہ ازیں شق صدر مبارک میں ایک حکمت بلیغہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام کے لئے حضور ﷺ کی حیات بعد الموت پر دلیل قائم ہوگئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عادتاً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی' لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ قبض روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں چونکہ روح حیات کا مستقر قلب انسانی ہے' لہٰذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا' لیکن رسول اللہ ﷺ کا قلب مبارک سینہ اقدس سے باہر نکالا گیا' پھر اسے شگاف دیا گیا اور وہ منجمد خون جو جسمانی اعتبار سے دل کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے صاف کر دیا گیا' اس کے باوجود بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام زندہ ہیں' کیونکہ جس کا دل بدن سے باہر ہوا اور وہ پھر بھی زندہ رہے' اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔

قلب مبارک میں آنکھیں اور کان: جبرائیل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلب اطہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے۔ قَلْبٌ سَدِيْدٌ فِيْهِ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ.

ترجمہ: قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے' اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں (فتح الباری' جلد ۱۳ صفحہ ۴۱۰)

قلب مبارک کی یہ آنکھیں اور کان عالم محسوسات سے وراء الوراء حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لئے ہیں' جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

دائمی ادراک: جب اللہ تعالیٰ نے بطور خرق عادات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیئے ہیں تو اب یہ کہنا کہ ورائے عالم محسوسات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیکھنا اور سننا احیاناً ہے دائمی نہیں قطعاً باطل ہو گیا' جب ظاہری آنکھوں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور احیاناً ہو سکتا ہے۔ البتہ حکمت الٰہیہ کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف حضور ﷺ کا دھیان نہ رہنا اور عدم توجہ و عدم التفات کا حال طاری ہو جانا امر آخر ہے' جس کا کوئی منکر نہیں اور وہ علم کے منافی نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔

شق صدر مبارک اور حضور ﷺ کا نوری ہونا: علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں کہ بعض لوگ یہ وہم کرتے ہیں کہ شق صدر مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے مخلوق ہونے کے منافی ہے' لیکن یہ وہم غلط اور باطل ہے' ان کی عبارت یہ ہے وَكَوْنُهٗ مَخْلُوْقًا مِنَ النُّوْرِ لَا يُنَافِيْهِ كَمَا تُوُهِّمَ (نسیم الریاض' شرح شفا قاضی عیاض جلد ۲ ص ۲۳۸)

نورانیت اور احوال بشریہ کا ظہور: اقول و باللہ التوفیق! جو بشریت عیوب و نقائص بشریت سے پاک ہو اس کا بشر ہونا نورانیت کے منافی نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا۔ شق صدر ہونا بشریت مطہرہ کی دلیل ہے اور باوجود سینہ اقدس چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔ فَلَمْ يَكُنِ الشَّقُّ بِاٰلَةٍ وَلَمْ يَسِلِ الدَّمُ.

ترجمہ: شق صدر کسی آلہ سے نہیں تھا' نہ اس شگاف سے خون بہا۔

(روح البیان جلد ۵ ص ۱۰۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلقت نور سے ہے اور بشریت ایک لباس ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کر دے اور جب چاہے نورانیت کو احوال بشریہ پر غلبہ دے دے اور بشریت نہ ہوتی "شق" کیسے ہوتا اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا اور خون بھی ضرور بہتا۔

جب کبھی خون بہا (جیسے غزوۂ احد میں) تو وہاں احوال بشریہ کا غلبہ تھا اور جب خون نہ بہا (جیسے لیلۃ المعراج شق صدر میں) تو وہاں نورانیت غالب تھی۔

شب معراج شق صدر مبارک: مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے حضور ﷺ کا سینۂ اقدس اوپر سے نیچے تک چاک کیا اور قلب مبارک باہر نکالا' پھر اسے شگاف دیا' اور اس سے خون کا ایک لوتھڑا نکال کر باہر پھینکا اور کہا کہ آپ کے اندر شیطان کا ایک حصہ تھا۔

خون کا لوتھڑا یا شیطان کا حصہ: علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں خون کا لوتھڑا پیدا فرمایا ہے اس کا کام یہ ہے کہ انسان کے دل میں شیطان جو کچھ ڈالتا ہے یہ لوتھڑا اس کو قبول کرتا ہے۔ (جس طرح قوت سامعہ آواز کو اور قوت باصرہ مبصرات کی صورتوں کو اور قوت شامع خوشبو اور بدبو کو اور قوت ذائقہ ترشی اور تلخی وغیرہ کو اور قوت لامسہ گرمی اور سردی وغیرہ کیفیات کو قبول کرتی ہے' اسی طرح دل کے اندر یہ منجمد خون کا لوتھڑا شیطانی وسوسوں کو قبول کرتا ہے) یہ لوتھڑا جب حضور ﷺ کے قلب مبارک سے دور کر دیا گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ میں ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی جو القائے شیطانی کو قبول کرنے والی ہو۔ علامہ تقی الدین فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے یہی مراد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی میں شیطان کا کوئی بھی حصہ کبھی نہیں تھا۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب یہ بات تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ میں اس خون کے لوتھڑے کو کیوں پیدا فرمایا کیونکہ یہ

ممکن تھا کہ پہلے ہی ذات مقدسہ میں اسے پیدا نہ فرمایا جاتا' تو جواب دیا جائے گا کہ اس کے پیدا فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اجزائے انسانیہ میں سے ہے' لہٰذا اس کا پیدا کیا جانا خلقت انسانی کی تکمیل کے لئے ضروری ہے' اور اس کا نکال دینا یہ ایک امر آخر ہے' جو تخلیق کے بعد طاری ہوا۔ (انتہٰی)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس کی نظیر بدن انسانی میں اشیاء زائدہ کی تخلیق ہے جیسے قلفہ کا ہونا اور ناخنوں اور مونچھوں کی درازی اور اسی طرح بعض دیگر زائد چیزیں (جن کا پیدا ہونا بدن انسانی کی تکمیل کا موجب ہے اور ان کا ازالہ طہارت ونظافت کے لئے ضروری ہے) مختصر یہ کہ ان اشیاء زائدہ کی تخلیق اجزائے بدن انسانی کا تکملہ ہے۔ اور ان کا زائل کرنا کمال تطہیر و تنظیف کا مقتضی ہے۔ (شرح شفاء لملا علی قاری جلد ا صفحہ ۳۷۴) اَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔

چونکہ ذات مقدسہ میں حظ شیطانی باقی ہی نہ تھا اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمزاد مسلمان ہو گیا تھا' اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وَلٰکِنْ اَسْلَمَ فَلاَ یَأْمُرُنِیْ اِلاَّ بِخَیْرٍ ۔ میرا ہمزاد مسلمان ہو گیا' لہٰذا سوائے خیر کے وہ مجھے کچھ نہیں کہتا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ قلب بمنزلہ میوہ کے ہے جس کا دانہ اپنے اندر کے تخم اور گٹھلی پر قائم ہوتا ہے اور اسی سے پختگی اور رنگینی حاصل کرتا ہے' اسی طرح وہ منجمد خون قلب انسانی کے لئے ایسا ہے جیسے چھوہارے کے لئے گٹھلی اگر ابتدا اس میں گٹھلی نہ ہو تو وہ پختہ نہیں ہو سکتا لیکن پختہ ہو جانے کے بعد اس گٹھلی کو باقی نہیں رکھا جاتا بلکہ نکال کے پھینک دیا جاتا ہے۔ چھوہارے کی گٹھلی یا دانہ انگور سے بیج نکال کر پھینکتے وقت کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ جو چیز پھینکنے کے قابل تھی وہ پہلے ہی کیوں پیدا کی گئی؟ اگر اسی طرح یہ بات ذہن نشین کر لی جائے تو قلب اطہر میں خون کا وہ لوتھڑا اسی طرح تھا جیسے انگور کے دانہ میں بیج یا کھجور کے دانہ میں گٹھلی ہوتی ہے۔ اور قلب اطہر سے اس کو بالکل ایسے ہی نکال کر پھینک دیا گیا جیسے کھجور اور انگور سے گٹھلی اور بیج کو نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہو گا کہ اس لوتھڑے کو قلب اطہر میں ابتداً کیوں پیدا کیا گیا۔

(نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض ص ۲۴۹)

رہا یہ امر کہ فرشتوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ کیوں کہا کہ ھٰذہ حَظُّکَ مِنَ الشَّیْطَانِ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ (معاذ اللہ) آپ کی ذات پاک میں واقعی شیطان کا کوئی حصہ ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں، یہ حقیقت ہے کہ ذات پاک، شیطانی اثر سے پاک اور طیب و طاہر ہے، بلکہ حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ کی ذات پاک میں شیطان کے تعلق کی کوئی جگہ ہو سکتی ہے تو وہ یہی خون کا لوتھڑا تھا جب اس کو آپ کے قلب مبارک سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا تو اس کے بعد آپ کی ذات مقدسہ میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی جس سے شیطان کا کوئی تعلق کسی طرح ہو سکے۔

الفاظ حدیث کا واضح اور روشن مفہوم یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ میں شیطان کا کوئی حصہ ہوتا تو یہی خون کا لوتھڑا ہو سکتا تھا مگر جب یہ بھی نہ رہا تو اب ممکن ہی نہیں کہ ذات مقدسہ سے شیطان کا کوئی تعلق ممکن ہو۔ آپ کی ذات مقدسہ ان عیوب سے پاک ہے جو اس لوتھڑے کے ساتھ شیطان کے متعلق ہونے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

شق صدر مبارک کے بعد ایک نورانی طشت جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا حضور ﷺ کے سینہ اقدس میں بھر دیا گیا، ایمان و حکمت اگرچہ جسم و صورت سے متعلق نہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو صورت عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایمان و حکمت کو جسمانی صورت میں متمثل فرمادیا اور یہ تمثل رسول اللہ ﷺ کے حق میں انتہائی عظمت و رفعت شان کا موجب ہے۔

حضور ﷺ دہنی چھاتی کا دودھ پیا کرتے اور بائیں چھاتی اپنے رضاعی بھائی یعنی حلیمہ کے بیٹے کیلئے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے، ایسا عدل آپ کی طبیعت میں تھا، اور لڑکپن میں کبھی آپ نے بول و براز کپڑے میں نہیں کیا بلکہ دونوں کے وقت مقرر تھے کہ اسی وقت رکھنے والے جائے ضرورت میں اٹھا کر پیشاب کرا لیتے اور کبھی آپ کا ستر برہنہ نہ ہوتا اور جو کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے۔

(تواریخ حبیب الٰہ)

ایک بار اپنے بچپن کا واقعہ خود حضور ﷺ نے ذکر فرمایا کہ میں ایک بار بچوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا اور سب اپنی لنگی اتار کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھے ہوئے تھے میں نے بھی ایسا ہی کرنا چاہا۔ (کیونکہ بچپن میں انسان اتنا مکلف بھی نہیں ہوتا، طبعاً اور عرفاً بھی ایسے بچے سے ایسا امر خلاف حیا نہیں سمجھا جاتا)، دفعتاً (غیب سے) زور سے ایک دھکا لگا اور یہ آواز آئی کہ اپنی لنگی باندھو، بس میں نے فوراً باندھ لی اور گردن پر پتھر لانے شروع کر دیئے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

ابن عساکر نے حلیمہ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے کہ میں مکہ معظمہ میں پہنچا اور وہ لوگ سخت قحط میں تھے قریش نے کہا اے ابو طالب چلو پانی کی دعا مانگو، ابو طالب چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا، اس قدر حسین جیسے بدلی میں سے سورج نکلا ہو (یہ لڑکے رسول اللہ ﷺ تھے جو اس وقت ابو طالب کی پرورش میں تھے) ابو طالب نے ان صاحبزادے کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا، اور آسمان میں کہیں بدلی کا نشان نہ تھا سب طرف سے بادل آنا شروع ہوا اور خوب پانی برسا۔ (مواہب اللدنیہ) اور یہ واقعہ آپ کی صغر سنی میں ہوا (تواریخ حبیب الٰہ)

ایک مرتبہ آپ ابو طالب کے ہمراہ بارہ برس کی عمر میں سفر تجارت شام کو گئے، راہ میں بحیرا راہب نصاریٰ کے پاس اتفاقاً قیام ہوا۔ راہب نے آپ کو علامات نبوت سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی اور ابو طالب سے کہا کہ یہ پیغمبر، سردار سب عالموں کے ہیں، اور اہل کتاب اور یہود و نصاریٰ ان کے دشمن ہیں۔ ان کو ملک شام نہ لے جاؤ مبادا ان کے ہاتھ سے ان کو گزند پہنچے سو ابو طالب نے مال تجارت وہیں فروخت کیا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ پھر آئے۔ (تواریخ حبیب الٰہ)

آپ جب ابو طالب کی کفالت و تربیت میں تھے، جب ان کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے تو سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے تو سب بھوکے رہ جاتے۔ (شمامۃ)

گویا آپ کی برکت خود ابو طالب کی کفالت کر رہی تھی اور ابو طالب کے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ نے احسان کے جواب میں اپنی آغوش تربیت میں لے لیا تھا۔

ان کے اسمائے مبارکہ آپ جن کی تربیت میں رہے

آپ ابھی زمانہ حمل میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی وفات ہوگئی (سیرت ابن ہشام)

صرف دو مہینے حمل پر گذرے تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ ''شام'' کو قافلہ قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے' وہاں سے واپسی پر مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیماری کی حالت میں ٹھہر گئے اور وہیں وفات پائی۔ (تواریخ حبیب الٰہ)

اور جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ آپ کو لے کر مدینہ شریف اپنے اقارب سے ملنے گئی تھیں' مکہ کو واپس آتے ہوئے درمیان مکہ و مدینہ کے موضع ابواء میں انہوں نے وفات پائی۔ (سیرۃ ابن ہشام) اس وقت ام ایمن بھی ساتھ تھیں (مواہب اللدنیہ)۔

پھر آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں رہے' جب آپ آٹھ سال کے ہوئے عبدالمطلب کی بھی وفات ہوگئی (سیرۃ ابن ہشام) اور انہوں نے ابو طالب کو آپ کی نسبت وصیت کی تھی چنانچہ پھر آپ ان کی کفالت میں رہے۔ (سیرت ابن ہشام) یہاں تک کہ انہوں نے نبوت کا زمانہ بھی پایا اور سات روز تک آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ (تواریخ حبیب الٰہ) پھر چند روز تک ثویبہ نے دودھ پلایا جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی' اور آپ ہی کے ساتھ حضرت ابوسلمہ اور حضرت حمزہ کو بھی دودھ پلایا اور اس وقت ان کا بیٹا ''مسروح'' بھی دودھ پیتا تھا' پھر حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ ان ہی ''حلیمہ سعدیہ'' نے آپ کے ساتھ آپ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا' یہ عام الفتح میں مسلمان ہوئے اور بہت پکے مسلمان ہوئے' اور اس زمانہ میں حضرت حمزہ بھی بنی سعد میں کسی عورت کا دودھ پیتے تھے سو اس عورت نے بھی آپ کو ایک دن دودھ پلا دیا جب حلیمہ کے پاس تھے تو حضرت حمزہ دو عورتوں کے دودھ کی وجہ سے آپ کے رضاعی بھائی ہیں' ایک ثویبہ کے دودھ سے دوسرے اس سعدیہ کے دودھ سے (زادالمعاد)

اور جن کی آغوش میں آپ رہے وہ یہ ہیں۔ آپ کی والدہ، ثویبہ اور حلیمہ سعدیہ (جن سے شیماء آپ کی رضاعی بہن ہیں) اور ام ایمن حبشیہ جن کا نام برکت ہے یہ آپ کو آپ کے والد سے میراث میں ملی تھیں اور آپ نے ان کا نکاح حضرت زید سے کیا تھا' جن سے اسامہ پیدا ہوئے۔ (زادالمعاد)

شباب سے نبوت تک کے بعض حالات: جب آپ چودہ یا پندرہ برس کے ہوئے اور بالقوے بیس سال کے ہوئے تو قریش اور قیس میں ایلان میں ایک لڑائی ہوئی تو اس لڑائی میں بعض تواریخ کے مطابق آپ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں اپنے اعمام کو تیروں سے بچاتا تھا اور اس واقعہ کا بڑا قصہ ہے (سیرت ابن ہشام) اس واقعہ سے آپ کا شجاع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو کہ قریش میں مالدار بی بی تھیں اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی رہا کرتی تھیں' آپ کے صدق و امانت وحسن معاملہ اور اخلاق کی خبر سن کر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جایئے اور میرا غلام میسرہ آپ کے ہمراہ رہے گا' آپ نے قبول فرمایا یہاں تک کہ آپ شام میں پہنچے اور کسی موقع پر آپ ایک درخت کے نیچے اترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا' اس راہب نے آپ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ میسرہ نے کہا کہ قریش اہل حرم میں سے ایک شخص ہیں۔ راہب نے کہا ''اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کبھی کوئی نہیں اترا'' آپ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے' جب آپ مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہ کو ان کا مال سپرد کیا کہ دو گنا یا اس کے قریب نفع ہوا (یہ تو آپ کے صدق و امانت کی بین دلیل تھی) اور میسرہ نے ان سے اس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے جو ان کے چچا زاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے ذکر کیا۔ ورقہ بن نوفل نے کہا' اے خدیجہ! اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد اس امت کے نبی ہیں۔ اور مجھ کو (کتب سماویہ سے) معلوم ہے کہ

اس امت میں ایک نبی ہونے والا ہے اور اس کا یہی زمانہ ہے۔ حضرت خدیجہ بڑی عاقلہ تھیں یہ سب سن کر آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کی قرابت اور اشرف القوم اور امین وخوش خو اور صادق القول ہونے کے سبب آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اعمام سے ذکر کیا اور ان کے اہتمام سے نکاح ہو گیا۔ (سیرت ابن ہشام) راہب کا نام نسطورا تھا (تواریخ حبیب الہ)

جب آپ پینتیس سال کے ہوئے تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر از سر نو شروع کرنے کا ارادہ کیا جب حجر اسود کے موقع تک تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں قریب تھا کہ ان میں جھگڑا ہو' آخر اہل الرائے نے یہ مشورہ دیا کہ مسجد حرام کے دروازے سے جو سب میں پہلے آئے اس کے فیصلے پر سب عمل کرو لہذا سب سے پہلے حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ سب دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ محمد ہیں' امین ہیں اور قریش آپ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے اور آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا' آپ نے فرمایا' ایک بڑا کپڑا لاؤ' چنانچہ لایا گیا' آپ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلو تھام لے اور خانہ کعبہ تک لے چلے جب وہاں پتھر پہنچا تو آپ نے خود اس کو اٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا۔ (سیرت ابن ہشام)

اس فیصلہ سے سب راضی ہو گئے۔ اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہو گیا اور چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ سب آدمی مجھ کو اس کے موقع پر رکھنے کے لئے اپنا وکیل بنائیں کہ فعل وکیل کا بمنزلہ موکل ہوتا ہے تو اس طرح رکھنے میں بھی سب شریک ہو گئے۔ (تواریخ حبیب الہ بتغیر الفاظ)

بعثت محمدی اور نزول وحی: جب آپ چالیس برس کے ہوئے تو آپ کو خلوت محبوب ہو گئی' آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے۔ اور نبوت سے چھ ماہ قبل ہی سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے کہ ایک دفعہ اچانک ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ دوشنبہ کے دن جبرائیل علیہ السلام سورۂ علق ...... کی شروع کی آیتیں

آپ پر لائے اور آپ مشرف بہ نبوت ہو گئے۔ اس کے ایک عرصہ کے بعد سورۂ مدثر کی اول کی آیتیں نازل ہوئیں جو آپ نے حسب حکم فَاَنْذِرْ دعوت اسلام شروع کی مگر پوشیدہ' پھر یہ آیت آئی (فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ) آپ نے علی الاعلان دعوت شروع کی۔ بس کفار نے عداوت اور ایذا شروع کی لیکن ابو طالب آپ کی حمایت کرتے تھے' ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابو طالب سے کہا کہ یا تو محمد کو ہمارے حوالہ کر دو ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ انہوں نے حوالے کرنا قبول نہ کیا کفار نے آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کیا۔ ابو طالب آپ کو لے کر مع بنی ہاشم و مطلب کے ایک شعب یعنی گھاٹی میں واسطے محافظت جا رہے اور کفار نے آپ سے اور بنی ہاشم اور بنی مطلب سے برادری قطع کر دی اور سوداگروں کو منع کر دیا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بیچیں اور ایک کاغذ اس قطع علاقہ کے عہد کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا' تین سال تک آپ اور بنی ہاشم و بنی مطلب اس شعب میں نہایت تکلیف میں رہے' آخر کار آپ کو وحی الٰہی کے ذریعہ اس بات سے اطلاع ہوئی کہ کیڑے نے اس عہد نامہ کے کاغذ کو بالکل کھا لیا۔ بجز اللہ کے نام کے جو اس میں کہیں تھا ایک حرف نہیں چھوڑا آپ نے یہ حال ابو طالب سے کہا۔ انہوں نے شعب سے نکل کر یہ بات قریش سے بیان کی اور کہا اس کاغذ کو دیکھو۔ اگر محمد کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے اور اگر صحیح ہو تو اتنا تو ہو کہ تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ۔ قریش نے کعبہ پر سے اتار کر اس کاغذ کو دیکھا' فی الواقع ایسا ہی تھا تب قریش اس ظلم سے باز آئے اور عہد نامہ کو چاک کر ڈالا' ابو طالب آپ کو اور بنی ہاشم و بنی مطلب کو لے کر شعب سے نکل آئے اور آپ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغول ہوئے۔ (تواریخ حبیب الہ وغیرہ)

اور عہد نامہ بخط منصور بن عکرمہ بن ہشام لکھا گیا اور غرۂ محرم سنہ سات نبوت کو لٹکایا گیا تھا' اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور نبوت سے سال دہم میں شعب سے باہر آئے تھے اور اسی سال حصار شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ کی وفات ہو گئی۔ (شمامۃ)

حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ کے دو نکاح قرار پائے۔ ایک حضرت

عائشہ سے کہ اس وقت چھ سال کی تھیں مکہ میں ان کا نکاح ہوا اور مدینہ شریف آ کر نو سال کی عمر میں رخصت ہو کر آئیں اور دوسرا نکاح حضرت سودہ بنت زمعہ سے کہ بیوہ تھیں، آپ کا نکاح مکہ میں ہوا اور حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ میں آئیں اور ہمیشہ ازواج میں رہیں (تواریخ حبیب الٰہ)

اس سال دہم میں آپ طائف بنی ثقیف کی طرف تشریف لے گئے اور یہ جانا دعوت اسلام کے لئے نیز اس لئے تھا کہ ان سے کچھ مدد لیں (کیونکہ بعد وفات ابو طالب کے کوئی باوجاہت آدمی آپ کا حامی نہ تھا) لیکن وہاں کے سرداروں نے آپ کی کچھ مدد نہ کی بلکہ سفلے لوگوں کو بہکا کر آپ کو بہت تکلیف پہنچائی، آپ وہاں سے ملول ہو کر مکہ واپس ہوئے اور جب آپ بطن نخلہ میں کہ ایک دن کی راہ پر مکہ سے ہے پہنچے، رات کو وہاں رہ گئے۔ آپ قرآن مجید نماز میں پڑھ رہے تھے کہ سات یا نو جن نینوے کے کہ یہ ایک قریہ ہے موصل میں وہاں پہنچے اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے، جب آپ نماز پڑھ چکے تو وہ ظاہر ہوئے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی، وہ سب بلا توقف مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو جا کر اسلام کی دعوت دی۔ سورۂ احقاف آیت وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے پھر آپ مکہ میں تشریف لائے اور بدستور ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے اور آپ عکاظ و مجنہ و ذی المجاز میں کہ اسواق عرب تھے جاتے اور دعوت کرتے مگر کوئی قبیلہ متوجہ نہ ہوتا، یہاں تک کہ سنہ گیارہ نبوت میں آپ موسم حج میں اسلام کی دعوت فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ نصاریٰ کے آپ کو ملے۔ آپ نے ان کو دعوت اسلام دی انہوں نے یہود مدینہ سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عنقریب پیدا ہوں گے اور انصار سے یہود مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے، ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو قتل کریں گے، انصار نے آپ کی دعوت سن کر کہا کہ یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر یہود کرتے ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے آملیں اور چھ آدمی ان میں سے مشرف باسلام ہوئے اور اقرار کیا کہ سال آئندہ میں ہم پھر آئیں گے، مدینہ میں جا کر انہوں نے آپ کا ذکر کیا اور ہر گھر میں آپ کا ذکر پہنچایا۔ اگلے سال کہ نبوت

سے بارہواں سال تھا، بارہ آدمیوں نے آپ سے ملاقات کی، پانچ پہلے اور سات بعد کے اور انہوں نے احکام اسلام اور اطاعت پر بیعت کی، اس کا نام بیعت عقبہ اولیٰ ہے، آپ نے حسب درخواست ان کی مصعب بن عمیر کو قرآن مجید کی تعلیم اور شرائع اور دعوت اسلام کے لئے مدینہ شریف بھیج دیا۔ مصعب نے تعلیم قرآن و شرائع اور دعوت اسلام کی اور اکثر آدمی انصار میں کے مسلمان ہو گئے، تھوڑے ان میں سے باقی رہے، پھر اگلے سال کہ نبوت سے تیرہواں سال تھا ستر آدمی شرفائے انصار میں سے آئے اور مشرف باسلام ہوئے اور عہد و پیمان آپ کے ساتھ کیا کہ آپ جو مدینہ کو تشریف لے جائیں گے، ہم خدمت گاری میں کوتاہی نہ کریں گے اور جو کوئی دشمن آپ کے مدینہ پر چڑھ کر آئے گا ہم اس سے لڑیں گے اور جاں نثاری میں قصور نہ کریں گے۔ اس کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ ایک گھاٹی پر یہ دونوں بیعتیں ہوئی تھیں۔ (تواریخ حبیب الٰہ و سیرت ابن ہشام)

شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے افضل ہے

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ماثبت بالسنۃ میں ارقام فرماتے ہیں، جس کا اردو خلاصہ حسب ذیل ہے۔ ''شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے بلا شبہ افضل ہے، اس لئے کہ میلاد کی رات خود حضور ﷺ کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر حضور ﷺ کو عطا کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذات مقدسہ سے شرف ملا وہ اس رات سے ضرور افضل قرار پائے گی جو حضور ﷺ کو دیئے جانے کی وجہ سے شرف والی ہے۔ نیز لیلۃ القدر نزول ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیلۃ المیلاد بنفس نفیس حضور ﷺ کے ظہور مبارک سے شرف یاب ہوئی اور اس لئے بھی کہ لیلۃ القدر میں حضور ﷺ کی امت پر فضل و احسان ہے اور لیلۃ المیلاد میں تمام موجودات عالم پر اللہ تعالیٰ نے فضل و احسان فرمایا کیونکہ حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تمام خلائق اہل سمٰوات والارضین پر عام ہو گئیں، انتہی (ماثبت بالسنہ ص ۷۸)۔

امام قسطلانی نے بھی مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۲۶، ۲۷ پر لیلۃ القدر پر شب میلاد کے افضل ہونے پر یہی دلائل قائم فرمائے اور اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

اس کے بعد یہ عرض کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ حضور ﷺ کا ظہور قدسی اور ولادت مقدسہ مومنین کے حق میں کمال فرحت و سرور کا موجب ہے، جس کا اظہار محافل میلاد، انواع و اقسام کے مبرات خیرات و صدقات کی صورت میں اہل محبت مومنین مخلصین ہمیشہ کرتے رہے، جو لوگ اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں ان پر اتمام حجت کے لئے قرآن و حدیث و عبارات علماء محدثین کی تصریحات تفصیل سے پیش کی جاتی ہیں (واللہ ولی التوفیق)۔

حضور ﷺ کا ظہور پیدائش موجب فرحت اور سرور ہے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

یٰاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ. قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ط پ ۱۱ ع ۱۰۔

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کیلئے۔ فرمادیجئے! اللہ کے فضل اور اسی کی رحمت سے تو اسی پر چاہئے کہ وہ خوشی کریں وہ بہتر ہے اس سے کہ وہ جمع کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ نصیحت شفاء ہدایت و رحمت سب کچھ حضور ﷺ کی پیدائش اور تشریف آوری پر موقوف ہے اور اللہ کی سب سے بڑی رحمت و نعمت حضور ﷺ کی ذات مقدسہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان سب چیزوں پر خوش ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ وہ نعمتیں ہیں جو لوگوں کی ہر نعمت و دولت سے بہتر ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کے ظہور پر جتنی بھی خوشی منائی جائے کم ہے، اسے ناجائز قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے جو ظہور ذات محمدی ﷺ سے خوش نہیں۔

نعمت الٰہی کو بیان کرنا چاہئے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (ضحیٰ ۱۱) اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو۔ حضور ﷺ نعمۃ اللہ ہیں۔ (بخاری جلد ۲، ص ۵۶۶) لہٰذا حضور ﷺ کا ذکر مقدس اور بیان مبارک از روئے قرآن کریم مطلوب و محبوب ہے۔

حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشی منانے پر کافر کو بھی فائدہ ملتا ہے

بخاری شریف میں ہے:

قَالَ عُرْوَةُ ثُوَیْبَةُ مَوْلَاةٌ لِاَبِیْ لَهَبٍ كَانَ اَبُوْ لَهَبٍ اَعْتَقَهَا فَاَرْضَعَتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ لَهَبٍ اُرِیَهٗ بَعْضُ اَهْلِهٖ بِشَرِّ حِیْبَةٍ قَالَ لَهٗ مَاذَا لَقِیْتَ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ لَمْ اَلْقَ بَعْدَكُمْ غَیْرَ اَنِّیْ سُقِیْتُ فِیْ هٰذِهٖ بِعَتَاقَتِیْ ثُوَیْبَةَ۔ (انتہی) بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۶۴

ترجمہ: حضرت عروہ فرماتے ہیں ثویبہ ابولہب کی باندی تھی جسے اس نے (حضور کی پیدائش کی خوشی میں) آزاد کر دیا تھا۔ اس نے حضور ﷺ کو دودھ بھی پلایا، ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض اہل (حضرت عباس) نے اسے بہت بری حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا، مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا۔ ابولہب نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں اس لئے کہ میں نے (حضور کی پیدائش کی خوشی میں) ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں ہے۔

ذَكَرَ السُّهَیْلِیُّ اَنَّ الْعَبَّاسَ قَالَ لَمَّا مَاتَ اَبُوْ لَهَبٍ رَاَیْتُهٗ فِیْ مَنَامِیْ بَعْدَ حَوْلٍ فِیْ شَرِّ حَالٍ فَقَالَ مَا لَقِیْتُ بَعْدَكُمْ رَاحَةً اِلَّا اَنَّ الْعَذَابَ یُخَفَّفُ عَنِّیْ فِیْ كُلِّ یَوْمِ اثْنَیْنِ قَالَ وَذٰلِكَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَكَانَتْ ثُوَیْبَةُ بَشَّرَتْ اَبَا لَهَبٍ بِمَوْلِدِهٖ فَاَعْتَقَهَا

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۱۸)

ترجمہ: ''سہیلی نے ذکر کیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب

جب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا وہ بہت برے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی' لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ پر سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے حضرت عباس نے فرمایا یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابو لہب کو حضور ﷺ کی پیدائش کی خوش خبری سنائی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا''

یہ حدیث عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری طبع جدید جلد ۲۰ صفحہ ۹۵ پر علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی ارقام فرمائی یہاں دو اعتراض پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب نہایت ضروری ہے۔

اعتراض اول: قرآن مجید میں ہے لَایُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَاب کافروں سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ ابولہب کافر تھا اس کے حق میں تخفیف عذاب کیونکر متصور ہو سکتی ہے؟

جواب: اس اعتراض کے جواب میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں جن میں بعض بالکل رکیک اور نا قابل اعتناء ہیں اور بعض ایسے ہیں جن پر وثوق کیا جا سکتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے فتح الباری میں اکثر اقوال نقل فرما کر قابل وثوق مسلک نقل کیا اور آخر میں اپنے قول سے بھی اسی کی تائید فرمائی۔ ان کا بیان حسب ذیل ہے۔

قَالَ الْقُرْطَبِی هٰذَاالتَّخْفِیْفُ خَاصّ بِهٰذَا وَبِمَنْ وَرَدَ النَّصُّ فِیْهِ وَقَالَ ابْنُ مُنِیْرٍ فِی الْحَاشِیَةِ هُنَا قَضِیَّتَان اِحْدَ اهُمَا مَحَالٌ وَهِیَ اِعْتِبَارُ طَاعَةِ الْکَافِرِ مَعَ کُفْرِهٖ لِاَنَّ شَرْطَ الطَّاعَةِ اِنْ تَقَعَ بِقَصْدٍ صَحِیْحٍ وَهٰذَا مَفْقُوْدٌ مِنَ الْکَافِرِ اَلثَّانِیَةُ اِثَابَةُ الْکَافِرِ عَلٰی بَعْضِ الْاَعْمَالِ تَفَضُّلاً مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَهٰذَا لَایُحِیْلُهُ الْعَقْلُ فَاِذَ اتَقَرَّرَ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ عِتْقُ اَبِی لَهَبٍ لِثُوَیْبَةَ قُرْبَةً مُعْتَبَرَةً وَیَجُوْزُاَنْ یَتَفَضَّلَ اللّٰهُ عَلَیْهِ بِمَاشَاءَ کَمَا تَفَضَّلَ عَلٰی اَبِی طَالِبٍ وَالْمُتَّبَعُ فِیْ ذٰلِکَ التَّوْقِیْفُ نَفْیًا وَاِثْبَاتاً (فَقُلْتُ) وَتَتِمَّةُ هٰذَا اَنْ یَّقَعَ التَّفَضُّلُ الْمَذْکُوْرُاِکْرَا مًالِمَنْ وَقَعَ مِنَ الْکَافِرِ الْبِرُّلَهٗ وَنَحْوُ ذَالِکَ وَاللّٰهُ

اَعْلَمُ (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۱۹)

ترجمہ: امام قرطبی نے فرمایا یہ تخفیف عذاب ابولہب کے ساتھ خاص ہے اور اس شخص کے ساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوئی' ابن منیر نے حاشیہ میں کہا یہاں دو قضیئے ہیں' ایک تو محال ہے' وہ یہ کہ کافر کے کفر کے ساتھ اس کی طاعت کا اعتبار کیا جائے استحالہ کی وجہ یہ ہے کہ طاعت کا معتبر ہونا قصد صحیح کی شرط سے مشروط ہے اور یہ کافر میں نہیں پایا جاتا دوسرا قضیہ یہ ہے کہ کافر کو اس کے کسی عمل پر محض بطور تفضّل کوئی فائدہ پہنچانا اور یہ بات عقلاً محال نہیں اور جب یہ دونوں باتیں ثابت ہو گئیں تو جاننا چاہئے کہ ابولہب کا ثویبہ کو آزاد کرنا طاعت معتبرہ نہ تھی اور اس کے اس عمل پر اگر اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق کچھ احسان فرما دے تو یہ ممکن ہے' جیسا کہ ابو طالب پر احسان فرمایا اور اس مسئلہ پر نفیاً و اثباتاً توقیف ہی کی اتباع کی جا سکتی ہے (یعنی تخفیف عذاب کی نفی و اثبات کا قول ورود نص پر موقوف ہے جس کے حق میں جو کچھ نص میں وارد ہو اس کی اتباع کی جائے گی)۔

میں (ابن حجر عسقلانی) کہتا ہوں کہ ابن منیر کی اس تقریر کا تتمہ یہ ہے کہ ابو لہب پر تفضّل یا اسی طرح کسی دوسرے کے حق میں جو احسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوتا ہے وہ اس ذات کے اکرام کے لئے ہوتا ہے جس کے لئے کافر نے کوئی نیک کام کیا ہو (جیسے حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کہ ابولہب نے حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا' لہٰذا ابولہب کے حق میں تخفیف عذاب حضور ﷺ کے اکرام و اجلال کے لئے ہے۔

اعتراض دوم: سوال! غیر مسلم کا خواب حجت نہیں جس پر یقین کر لیا جائے۔

جواب: ان خوابوں کا حجت شرعیہ نہ ہونا مسلم ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے کسی حقیقت واقعیہ پر کوئی روشنی نہ پڑ سکے اور کسی امر میں کم از کم استنباط کا فائدہ بھی ان سے متصور نہ ہو۔ غیر مسلم کے خواب کا فی الجملہ سچا ہونا اور اس سے بعض حقائق کا پتا چلنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

دیکھئے یوسف علیہ السلام کے دو ساتھی جو کافر تھے انہوں نے خواب دیکھے اور یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیریں بیان فرمائیں اور وہ بالکل سچی اور صحیح ثابت ہوئیں، اور ان دونوں آدمیوں کا کافر ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ خواب سننے کے بعد یوسف علیہ السلام نے انہیں ایمان و توحید کی طرف دعوت دی۔ لہٰذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس خواب سے جو انہوں نے کفر کے زمانہ میں دیکھی تھی بطور استنباط ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی پیدائش کی خوشی منانا ابولہب جیسے کافر کے حق میں مفید ہو سکتا ہے تو مومن مخلص کے حق میں ولادت باسعادت پر اظہار مسرت بطریق اولیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی امید کا سبب قرار پا سکتا ہے، چنانچہ امام قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ جلد ا صفحہ ۲۷ پر یہی مضمون امام ابن جزری سے نقل فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ الْجَزْرِیُّ فَاِذَا كَانَ هٰذَا اَبُوْلَهَبِ الْكَافِرُ الَّذِیْ نُزِّلَ الْقُرْاٰنُ بِذَمِّهٖ جُوْزِیَ فِی النَّارِ بِفَرْحِهٖ لَیْلَةَ مَوْلِدِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ فَمَا حَالُ الْمُسْلِمِ الْمُوَحِّدِ مِنْ اُمَّتِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ الَّذِیْ یُسَرُّ بِمَوْلِدِهٖ وَیَبْذُلُ مَا اتَّصَلَ اِلَیْهِ قُدْرَتُهٗ فِیْ مَحَبَّتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَعَمْرِیْ اِنَّمَا یَكُوْنُ جَزَاؤُهٗ مِنَ اللّٰهِ الْكَرِیْمِ اَنْ یُّدْخِلَهٗ بِفَضْلِهِ الْعَمِیْمِ جَنَّاتِ النَّعِیْمِ. انتہیٰ

(مواہب اللدنیہ جلد ا ص ۲۷ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: ابن جزری نے کہا کہ (شب میلاد کی خوشی کی وجہ سے جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے کہ اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے) حالانکہ ابولہب ایسا کافر ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا تو حضور ﷺ کے امتی مومن و موحد کا کیا حال ہو گا جو حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی میں حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے اپنی قدرت اور طاقت کے موافق خرچ کرتا ہے۔ قسم ہے میری عمر کی اس کی جزا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل عمیم سے، جنات نعیم میں داخل کرے۔

عید میلاد منانا اور ماہ ربیع الاول میں اظہار فرحت و سرور اور صدقات و خیرات کرنا

بعض لوگ میلاد شریف کی محفل منعقد کرنے اور ربیع الاول میں خیرات و صدقات و اظہار فرحت و سرور کو بدعت سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال قطعاً غلط ہے، امام قسطلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

وَلَازَالَ اَهْلُ الْاِسْلَامِ یَحْتَفِلُوْنَ بِشَهْرِ مَوْلِدِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیَعْمَلُوْنَ الْوَلَائِمَ وَیَتَصَدَّقُوْنَ فِیْ لَیَالِیْهِ بِاَنْوَاعِ الصَّدَقَاتِ وَیُظْهِرُوْنَ السُّرُوْرَ وَیَزِیْدُوْنَ فِی الْمَبَرَّاتِ وَیَعْتَنُوْنَ بِقِرَاءَةِ مَوْلِدِهِ الْكَرِیْمِ وَیَظْهَرُ عَلَیْهِمْ مِنْ بَرَكَاتِهٖ كُلُّ فَضْلٍ عَمِیْمٍ وَ مِمَّا جُرِّبَ مِنْ خَوَاصِّهٖ اَنَّهٗ اَمَانٌ فِیْ ذٰلِكَ الْعَامِ وَبُشْرٰی عَاجِلَةٌ بِنَیْلِ الْبُغْیَةِ وَالْمَرَامِ فَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَاً اتَّخَذَ لَیَالِیَ شَهْرِ مَوْلِدِهِ الْمُبَارَكِ اَعْیَادًا لِیَكُوْنَ اَشَدَّ عِلَّةٍ عَلٰی مَنْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَاعْیَادَاءٍ وَلَقَدْ اَطْنَبَ ابْنُ الْحَاجِ فِی الْمَدْخَلِ فِی الْاِنْكَارِ عَلٰی مَا اَحْدَثَهُ النَّاسُ مِنَ الْبِدَعِ وَالْاَهْوَاءِ وَالْغِنٰی بِالْاٰلَاتِ الْمُحَرَّمَةِ عِنْدَ عَمَلِ الْمَوْلِدِ الشَّرِیْفِ فَاللّٰهُ تَعَالٰی یُثِیْبُهٗ عَلٰی قَصْدِهِ الْجَمِیْلِ وَیَسْلُكُ بِنَا سَبِیْلَ السُّنَّةِ فَاِنَّهٗ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ. (مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۲۷ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: ''حضور ﷺ کی پیدائش کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آئے ہیں۔ اور خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے رہے اور دعوت طعام کرتے رہے ہیں اور ان راتوں میں انواع و اقسام کی خیرات کرتے رہے اور سرور ظاہر کرتے چلے آئے ہیں۔ اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں اور حضور ﷺ کے مولد کریم کی قرأت کا اہتمام خاص کرتے رہے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ظاہر ہوتا رہا ہے اور اس کے خواص سے یہ امر مجرب ہے کہ انعقاد محفل میلاد اس سال میں موجب امن و امان ہوتا ہے، اور ہر مقصود و مراد پانے کے لئے

جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے۔ جس نے ماہ میلاد مبارک کی ہر رات کو عید بنالیا تا کہ یہ عید میلاد سخت ترین علت ہو جائے۔ اس شخص پر جس کے دل میں مرض وعناد ہے اور علامہ ابن الحاج نے مدخل میں طویل کلام کیا ہے۔ ان چیزوں پر انکار کرنے میں جو لوگوں نے بدعتیں اور نفسانی خواہشیں پیدا کردی ہیں اور آلات محرمہ کے ساتھ عمل مولود شریف میں غنا کو شامل کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے قصد جمیل پر ثواب دے اور ہمیں سنت کی راہ چلائے' بے شک وہ ہمیں کافی ہے اور بہت اچھا وکیل ہے' علامہ قسطلانی کی اس عبارت سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) ماہ میلاد (ربیع الاول شریف) میں انعقاد محفل میلاد اہل اسلام کا طریقہ رہا ہے۔

(۲) کھانے پکانے کا اہتمام' انواع واقسام کے خیرات وصدقات ماہ میلاد کی راتوں میں اہل اسلام ہمیشہ کرتے رہے ہیں۔

(۳) ماہ ربیع الاول میں خوشی ومسرت وسرور کا اظہار شعار مسلمین ہے۔

(۴) ماہ میلاد کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنا مسلمانوں کا پسندیدہ طریقہ چلا آرہا ہے۔

(۵) ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف پڑھنا اور قرأت میلاد پاک کا اہتمام خاص کرنا مسلمانوں کا محبوب طرز عمل ہے۔

(۶) میلاد کی برکتوں سے میلاد کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل عمیم ہمیشہ سے ظاہر ہوتا چلا آیا ہے۔

(۷) محفل میلاد کے خواص سے یہ مجرب خاصہ ہے کہ جس سال میں محافل میلاد منعقد کی جائیں وہ تمام سال امن وامان سے گزرتا ہے۔

(۸) انعقاد محافل میلاد مقصود ومطلب پانے کے لئے بشریٰ عاجلہ (جلد آنے والی خوشخبری) ہے۔

(۹) میلاد مبارک کی راتوں کو عید منانے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے

اہل ہیں۔

(۱۰) ربیع الاول شریف میں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرنا اور ماہ میلاد کی ہر رات کو عید بنانا' یعنی عید میلاد منانا ان لوگوں کے لئے سخت مصیبت ہے جن کے دلوں میں نفاق کا مرض اور عداوت رسول کی بیماری ہے۔

(۱۱) علامہ ابن الحاج نے مدخل میں جو انکار کیا ہے وہ انعقاد محفل میلاد پر نہیں بلکہ ان بدعات اور نفسانی خواہشات پر ہے جو لوگوں نے محافل میلاد میں شامل کر دی تھیں۔ آلات محرمہ کے ساتھ گانا بجانا میلاد شریف کی محفلوں میں شامل کر دیا گیا تھا' ایسے منکرات پر صاحب مدخل نے انکار فرمایا اور ایسے ناجائز امور پر ہر سنی مسلمان انکار کرتا ہے صاحب مدخل کی عبارات سے دھوکا دینے والوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ امام قسطلانی نے ان کا یہ طلسم بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے' علامہ شیخ حقی اسمٰعیل بروسی رحمتہ اللہ علیہ روح البیان میں فرماتے ہیں۔

وَقَالَ الْاِمَامُ السَّیُوْطِیُ قُدِّسَ سِرُّہٗ یُسْتَحَبُّ لَنَا اِظْهَارُ الشُّکْرِ لِمَوْلِدِہٖ عَلَیْهِ السَّلَامَ (انتہیٰ) روح البیان جلد ۹ ص ۲۵

ترجمہ: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت پر شکر ظاہر کرنا ہمارے لئے مستحب ہے۔

ایک شبہ کا جواب: علامہ فاکہانی مالکی نے عمل مولد کو بدعت مذمومہ لکھا ہے اس کا کیا جواب ہوگا؟

جواباً گزارش ہے کہ فاکہانی مالکی کا عمل مولد مقدس کو معاذ اللہ بدعت مذمومہ لکھنا خود مذموم ہے' عمل مولد کی اصل وہ تمام احادیث ہیں جن میں حضور سید عالم ﷺ نے منبر شریف پر اپنی پیدائش کا حال بیان فرمایا' اور اپنی نعت شریف پڑھنے کے لئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا۔ علمائے اہل حق نے عمل مولد کی اصل کو ثابت مانا ہے' ایسی صورت میں اس کو بدعت مذمومہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ دیکھئے علامہ علی بن برہان الدین الحلبی سیرۃ حلبیہ میں فرماتے ہیں۔

وَقَدِ اسْتَخْرَجَ لَهُ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ اَصْلاً مِّنَ السُّنَّةِ وَکَذَا

الْحَافِظُ السَّيُوْطِي وَرَدَّ اعلَى الْفَاكِهَانِي الْمَالِكِي فِي قَوْلِه انَّ عَمَلَ الْمَوْلِدِ بِدْعَةٌ مَذْمُوْمَةٌ۔ انتہی (سیرۃ حلبیہ جلد اصفحہ ۸۰)

ترجمہ: بے شک عمل مولد کے لئے حافظ ابن حجر نے سنت سے اصل نکالی ہے' اور اسی طرح حافظ سیوطی نے بھی اور ان دونوں نے فاکہانی مالکی پر اس کے اس قول میں سخت رد فرمایا ہے کہ (معاذ اللہ) عمل مولد بدعت مذمومہ ہے (سیرۃ حلبیہ) نیز مجمع بحارالانوار میں ہے:

مظهر منبع الانوار والرحمة شهر ربيع الاول وانه شهر اُمرنا باظهار الحبور فيه كل عام۔ ربیع الاول کا مہینہ منبع انوار اور رحمت کا مظہر ہے' یہ ایسا مہینہ ہے جس میں ہر سال ہمیں اظہار سرور کا حکم دیا گیا ہے۔

(مجمع بحارالانور جلد ۳ صفحہ ۵۵)

اور ماثبت بالسنۃ میں ہے۔ ولا زال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده صلى الله عليه وسلم (ماثبت بالسنہ' ص ۷۹) اور اہل اسلام ہمیشہ محفلیں منعقد کرتے رہے۔ حضور ﷺ کے میلاد مبارک کے مہینے میں۔

اس مقام پر حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ پوری عبارت لکھی ہے جو مواہب اللدنیہ سے ابھی نقل کر چکے ہیں۔

الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین میں بائیسویں حدیث کے ذیل میں ہے شاہ عبدالرحیم والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں ہر سال ایام مولد شریف میں کھانا پکا کر لوگوں کو کھلایا کرتا تھا ایک سال قحط سالی کی وجہ سے بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا میں نے وہی چنے تقسیم کر دیئے۔ رات کو حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی بھنے ہوئے چنے حضور ﷺ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور حضور ﷺ ان چنوں سے بہت خوش اور مسرور ہیں۔ (الدرالثمین صفحہ ۸)

مولد النبی میں ابن جزری محدث شافعی نے نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ تمام بلاد عرب و عجم میں محافل میلاد مبارک کے انعقاد کا ذکر فرمایا ہے' بخوف طوالت

صرف حوالہ پر اکتفا کیا گیا۔

انسان العیون' تفسیر روح البیان' شمائم امدادیہ اور فیصلہ ہفت مسئلہ میں بھی میلاد شریف کی مبارک محفلوں کے انعقاد کا بیان مذکور ہے۔ انشاء اللہ العزیز قیام میلاد کے ذیل میں ان کی عبارات ہدیہ ناظرین ہوں گی۔

قیام میلاد اور صلوٰۃ وسلام: بعض لوگ میلاد پاک میں قیام تعظیمی اور صلوٰۃ وسلام کو بھی بدعت مذمومہ کہتے ہیں حالانکہ یہ طریقہ ان کے اکابر علماء اور مشائخ میں بھی جاری رہا اور جلیل القدر ائمہ دین اور اعلام امت عمل مولد و قیام میلاد کے عامل رہے انسان العیون (سیرۃ حلبیہ) میں ہے۔

وَمِنَ الْفَوَائِدِ انَّهُ جَرَتْ عَادَةٌ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ اِذَا سَمِعُوْ ابِذِكْرِ وَضْعِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقُوْمُوْا تَعْظِيْماً لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا الْقِيَامُ بِدْعَةٌ لَا اَصْلَ لَهَا اَىْ لٰكِنْ هِىَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ لِاَنَّهٗ لَيْسَ كُلُّ بِدْعَةٍ مَذْمُوْمَةً (سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ ۸۰)

ترجمہ: اور فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر لوگوں کی یہ عادت جاری ہو گئی کہ جب حضور ﷺ کی پیدائش مبارک کا ذکر سنا فوراً حضور ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں یعنی بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذمومہ نہیں ہوتی۔ آگے چل کر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں۔ وَقَدْ وُجِدَ الْقِيَامُ عِنْدَ ذِكْرِ اسْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَالِمِ الْاُمَّةِ وَمُقْتَدَى الْاَئِمَّةِ دِيْنًا وَّ وَرْعًا الْاِمَامُ تَقِيُّ الدِّيْنِ السُّبْكِيُّ وَتَابَعَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ مَشَائِخُ الْاِسْلَامِ فِيْ عَصْرِهٖ فَقَدْ حَكٰى بَعْضُهُمْ اَنَّ الْاِمَامَ السُّبْكِيَّ اجْتَمَعَ عِنْدَهٗ جَمْعٌ كَثِيْرٌ مِّنْ عُلَمَاءِ عَصْرِهٖ فَاَنْشَدَ مُنْشِدٌ قَوْلَ الصَّرْ صَرِيْ فِيْ مَدْحِهٖ ﷺ۔

"قليل لمدح المصطفى الخط بالذهب
على ورق من خط احسن من كتب
وان تنهض الاشراف عند سماعه

"قیاماً صفوفاً او جیثًا علی الرکب"

فَعِنْدَ ذٰلِکَ قَامَ الْاِمَامُ السُّبْکِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَجَمِیْعُ مَنْ فِی الْمَجْلِسِ فَحَصَلَ اُنْسٌ کَبِیْرٌ بِذَالِکَ الْمَجْلِسِ وَیَکْفِیْ مِثْلُ ذٰلِکَ فِی الْاِقْتِدَاءِ

(انتہیٰ، سیرۃ حلبیہ جلد اول صفحہ ۸۰)

ترجمہ: حضور سید عالم ﷺ کے ذکر مبارک کے وقت قیام پایا گیا ہے امت محمدیہ کے جلیل القدر عالم امام تقی الدین سبکی سے جو دین اور تقویٰ میں ائمہ کے مقتدا ہیں اور اس پر ان کے تابع ہوئے تمام مشائخ اسلام جو ان کے ہمعصر تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ امام سبکی کے پاس ان کے ہمعصر علماء کرام بکثرت جمع ہوئے ایک مداح رسول نے حضور ﷺ کی مدح میں صرصری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پڑھے۔

''اگر چاندی پر سونے کے حروف سے بہترین کاتب حضور ﷺ کی مدح لکھے تب بھی کم ہے''، بیشک عزت وشرف والے لوگ حضور ﷺ کا ذکر جمیل سن کر صف بستہ قیام کرتے ہیں یا گھٹنوں پر دو زانو ہو جاتے ہیں'' یہ اشعار سن کر امام سبکی کھڑے ہو گئے اور ان کے ساتھ تمام اہل مجلس، مشائخ وعلماء بھی کھڑے ہو گئے۔ اور اس وقت بڑا انس حاصل ہوا، مجلس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی، اور اس قسم کے واقعات مشائخ و علماء کی اقتداء کے بارے میں کافی ہوتے ہیں'' انتہیٰ

ثابت ہوا کہ مسئلہ قیام میں امام سبکی اور ان کے ہمعصر مشائخ و علماء کی اقتدا کافی ہے۔ بالکل یہی مضمون اور منقولہ بالا دونوں شعر اور اس کے بعد امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام رفقا اہل مجلس کا قیام علامہ شیخ اسمٰعیل حقی بروسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان میں ارقام فرمایا ملاحظہ فرمائیے

(تفسیر روح البیان۔ جلد ۹ ص ۲۵)

اور حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں ''اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں'' (فیصلہ ہفت مسئلہ مطبوعہ قیومی پریس کانپور ص ۵) یہی حاجی امداد اللہ صاحب شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں۔ اور قیام کے

بارے میں کچھ نہیں کہتا، ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔ (شمائم امدادیہ ص ۸۸)

محفل میلاد مبارک میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بارے میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں۔

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں، تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں، جب صورت جواز کی موجود ہے، پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے، البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہئے اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان ومکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں'' انتہی (شمائم امدادیہ ص ۹۳)۔

دنیا میں کروڑوں جگہ محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں لیکن کسی محفل میں بھی حضور ﷺ کا قدم رنجہ فرمانا حضرت حاجی صاحب کے نزدیک بعید نہیں اور حضور ﷺ کی تشریف آوری کا خیال کرنا بھی شرعاً کوئی مضائقہ نہیں رکھتا۔ جو لوگ حضور ﷺ کے تشریف لانے کے منکر ہیں اس اعتقاد کو معاذ اللہ کفر وشرک سمجھتے ہیں، وہ شمائم امدادیہ کی منقولہ بالا عبارت کو غور سے پڑھیں۔

رہا یہ امر کہ قیام میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی کیا دلیل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ارشاد خداوندی صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا مطلق ہے۔ ہر وہ حالت جو شرعاً صلوٰۃ وسلام کے لئے مکروہ اور نامناسب نہیں آیت کریمہ کی رو سے اس میں صلوٰۃ وسلام جائز ہوگا۔ ساتھ ہی یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ قیام میلاد ذوق وشوق کی حالت میں کیا جاتا ہے۔ اور یہ حال درود وسلام کیلئے بہت موزوں اور مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت یا ''حرف ندا کے ساتھ بصیغہ خطاب صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں'' کیونکہ حالت ذوق میں محبوب کو خطاب کرنا فطری امر ہے۔ اور ''یا'' حرف ندا سے خطاب کو ناجائز سمجھنا انتہائی محروم القسمتی کی دلیل ہے۔

اور اوفتحیہ میں ص ۳۲ سے ص ۳۴ تک اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ''

کا ورد موجود ہے اور اس میں سترہ مرتبہ "یا" حرف ندا کے ساتھ صلوٰۃ وسلام وارد ہے۔
اسی اوراد فتحیہ کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں۔

"وچوں سلام دہد باوراد فتحیہ خواندن مشغول شود کہ از تبرکات انفاس ہزار و چہار صد ولی کامل جمع شدہ است

جب سلام پھیرے اوراد فتحیہ پڑھنے میں مشغول ہو کہ ایک ہزار چار سو ولی کامل کے متبرک کلام سے جمع ہوا ہے۔

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ۱۲۵۔۱۲۴ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی)

الحمدللہ ہمارے بیان کردہ حوالہ جات و عبارات سے انعقاد محفل میلاد کا استحباب اور قیام میلاد و صلوٰۃ، صلوٰۃ وسلام کا جائز اور موجب از دیاد محبت و باعث ذوق وشوق ہونا اچھی طرح واضح ہوگیا۔ معترضین کے شکوک وشبہات کے جواب بھی احسن طریقے سے دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سید عالم نور مجسم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل ہمیں اپنی مرضیات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

میلادُ النّبی ﷺ

صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وجمیع امتہ وسلم

— از —

حضرت علامہ صاحبزادہ سید ارشد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ العالی

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْن

ظہورِ قدسی

محترم حضرات! آج ۱۲ ربیع الاول کا مقدس اور مبارک دن ہے آج کے روز سید الانبیا جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس گلشنِ ہستی میں جلوہ گر ہوئے اور یہ کائنات اس سراجِ منیر کے نورِ مبین سے جگمگا اٹھی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ (سورۃ ابراھیم ایت: ۵)

ترجمہ: اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ اس ارشادِ خداوندی کی تعمیل میں ہمیں آج اس بابرکت دن کی یاد تازہ کرنا ہے جو سید ایام اللہ یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یوم ولادت ہے۔

میلاد شریف کی شرعی حیثیت

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انعقاد یعنی منایا جانا مستحب ہے، سُنت ہے یا وجوب کا درجہ رکھتا ہے؟ اس بارے میں مختلف آرا سامنے آئی ہیں۔ مستحب تو بایں معنیٰ ہے کہ "البدایہ والنہایہ" کے مطابق جس روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت ہوئی اس تاریخ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اچھے اچھے کھانے پکاتے اور خوشی منایا کرتے تھے۔

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہتمام کو سُنت اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ ہمیشہ پیر کے دن

روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ وُلِدْتُ فِیْہِ یعنی میں اس خوشی میں پیر کو روزہ رکھتا ہوں کہ میری پیدائش اس دن ہوئی۔

جشنِ ولادت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وجوب کا درجہ اس بنا پر حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنی نعمتوں کو یاد کرتے رہنے کا حکم دیا۔ مثلاً ارشاد ہوا۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (سورۃ الضحیٰ آیت: ۱۱)

ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ پھر فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ (سورۃ الفاطر۔آیت: ۳)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو۔ ان آیات اور ان جیسی دیگر آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب اور ضروری ہے۔ کیونکہ ان آیات میں حکم دیا گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خوب ذکر اور چرچا کرو۔

اللہ تعالےٰ کی نعمت عظمےٰ

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اللہ تعالےٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ ہیں یا نہیں۔ اس کا فیصلہ قرآن مجید نے فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا (سورۃ آل عمران آیت: ۱۶۴)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان فرمایا جب ان میں رسول بھیجا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری کو احسان کے طور پر ذکر فرمایا۔ ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ احسان بر بنائے نعمت ہوتا ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ نعمت قرار پائی۔ اب دیکھیے حضرت موسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کسی قوم میں انبیا کی بعثت کو نعمتِ الٰہیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں آیا ہے:

یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ (سورۃ المائدہ۔آیت: ۲۰)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! اپنے اُوپر اللہ کے انعام کو یاد کرو جب اس نے تم میں نبی بھیجے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

اُذْکُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورۃ الاعراف۔ آیت: ۶۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ اہلِ سُنّت کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی نعمتیں ہیں ان کا ذکر باعث فلاح و نجات ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں عظیم ترین نعمت ہیں اس لئے آپ کا ذکر خیر دُنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے اور محافل میلاد کا انعقاد تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پاک کے لئے ہوتا ہے۔

قاسم نعمت

بحمداللہ ان آیات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اُس کا شکر بجالانا اور تحدیث نعمت کرنا ضروری ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انما انا قاسم واللہ یعطی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کو میں ہی تقسیم کرتا ہوں ایسے سرچشمہ رحمت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت ہونے پر ہم جتنا بھی خدا کا شکر کریں خوشی منائیں محافل سجائیں بالکل جائز اور روا ہے۔

مسرّت ولادت یا غم وصال

رہا یہ امر کہ بارہ ربیع الاوّل شریف میں سرکار کی پیدائش ہے تو وصال بھی بارہ ربیع الاوّل شریف میں ہوا۔ دریں صورت پیدائش کی خوشی منائی جائے یا غم وصال۔ اس سلسلے میں اولاً حدیثیں ملاحظہ فرمائیں جن کو بنیاد بناتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا کیلنڈر تیار کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ایک یہودی حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا اے امیر المومنین آپ اپنی کتاب میں ایک آیت تلاوت کرتے ہیں اگر ایسی آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن عید مناتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ

آیت کونسی ہے تو اس نے عرض کی وہ آیت "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ آیت کس مقام پر اور کس دن نازل ہوئی۔ یہ دوران حج ۹ ذی الحجہ مقام عرفات میں جمعۃ المبارک کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی۔ (مسلم شریف۔ ج: ۲، ص: ۴۲۰)

حدیث نمبر ۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرض وصال کے دوران صحابہ کرام کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ پیر کا دن آگیا لوگ صفوں میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی اثنا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے حجرے کا پردہ اُٹھا کر ہماری طرف دیکھا اس وقت آپ کا چہرہ مبارک قرآن کا ورق معلوم ہوتا تھا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت پیار سے مسکراتے پس ہم لوگوں نے خوشی اور محبت کی وجہ سے دوران نماز یہ چاہا کہ حضور کو ہی دیکھتے رہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں تشریف لائیں گے مصلیٰ امامت سے اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹنے لگے تاکہ وہ صف میں شامل ہوجائیں اور سرور کائنات مصلیٰ امامت پر فائز ہو کر جماعت کروائیں تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اشارے سے فرمایا کہ اپنی نماز کو مکمل کرو اور پھر آپ نے دوبارہ پردہ لٹکا دیا۔ اسی پیر کے دن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا۔ (بخاری شریف۔ ص: ۹۳، ۹۴)

وضاحت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اظہار نبوّت کے بعد ایک ہی حج فرمایا تھا جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے اور اس کے تین ماہ بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ یعنی ذی الحجہ میں حج ہوا پھر محرم، صفر کے بعد ربیع الاوّل شریف میں آپ کا وصال ہوا۔

خلاصہ کلام

کہ حجۃ الوداع ۹ ذی الحج یوم عرفہ جمعہ کا دن تھا جس طرح حضرت عمر بن خطاب

کے قول سے واضح ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال پیر کے دِن ہُوا تو اس صُورت میں ۱۲ ربیع الاوّل شریف پیر کا دِن نہیں بنتا خواہ درمیانی مہینوں کو انتیس دنوں کا تسلیم کریں یا تیس کا یا بعض کو انتیس کا یا بعض کو تیس کا اس کا کیلنڈر آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ آپ خُود ملاحظہ فرما کر فیصلہ کریں کہ کیا بارہ ربیع الاوّل پیر کا دِن ہو سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں ہو سکتا تو یہ بات تسلیم کر لیں کہ بارہ ربیع الاوّل شریف یوم وصال اور یوم غم و حزن نہیں چُونکہ وصال تو بروز پیر ہُوا اور کسی طرح بھی ۱۲ ربیع الاوّل پیر کا دن نہیں بنتا بلکہ ۱۲ ربیع الاوّل شریف تو یوم پیدائش رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے اور پیدائش کی خُوشی منانا کسی دلیل شرعی سے ممنُوع و ناجائز نہیں

کُل ماہ انتیس ۲۹ کے

ذی الحجہ							محرم						
ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
					۱	۲							۱
۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹ حجۃ الوداع	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲
۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹		۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹

صفر							ربیع الاوّل						
ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷		۱	۲	۳	۴	۵	۶
۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	
۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱							
۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸							
۲۹													

کُل ماہ تیس ۳۰ کے

ذی الحجہ							محرم						
ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
					۱	۲	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹ حجۃ الوداع	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸
۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰					

صفر							ربیع الاوّل						
ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
		۱	۲	۳	۴	۵					۱	۲	۳
۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۱۱	۱۲					
۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶							
۲۷	۲۸	۲۹	۳۰										

ایک ماہ تیس ۳۰ کا اور دو ماہ انتیس ۲۹ کے

ذی الحجہ							محرم						
ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
					۱	۲	۳۰						۱
۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹ حجۃ الوداع	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲
۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹

صفر							ربیع الاوّل						
ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
	۱	۲	۳	۴	۵	۶			۱	۲	۳	۴	۵
۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰							
۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷							
۲۸	۲۹	۳۰											

ایک ماہ انتیس ۲۹ کا اور دو ماہ تیس ۳۰ کے

ذی الحجہ							محرم						
ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
					۱	۲	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹ حجۃ الوداع	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸
۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۲۹						

صفر							ربیع الاوّل						
ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
	۱	۲	۳	۴	۵	۶				۱	۲	۳	۴
۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۱۲						
۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷							
۲۸	۲۹	۳۰											

لیکن جس نے نہ ماننے کی قسم کھائی ہُوئی ہے اِس کے لِئے اتمامِ حجت کرتے ہُوئے حدیثِ رسُولِ کبریا بیان کی جاتی ہے۔

حدیث: عن ام سلمة رضی الله عنها قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلّم یقول لایحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تحد فوق ثلاث الا علی زوج اربعة اشهر وعشرا (مُسلم شریف-ج:۱، ص:۴۸۷)

ترجمہ: حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے حضُور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ جو عورت اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لِئے یہ جائز نہیں کہ تین دِن سے زیادہ کسی کا غم منائے ہاں اپنے شوہر کا چار ماہ دس دن تک غم منا سکتی ہے اَب اگر بارہ ربیع الاوّل شریف کو حضُور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وصال کا غم منائیں تو بہر صُورت فرمانِ خُدا اور رسُول کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے کیُونکہ ولادت پاک کی خُوشی نہ منا کر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شُکر ادا نہ کیا اور وصال کا غم منا کر حدیث رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خلاف ورزی کی اگر اس حدیث کے بعد بھی کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ روزِ وصال ہے اور ہم غم ہی منائیں گے تو اسے چاہئیے کہ ہر پیر کو غم منائے کیُونکہ پیر کے دِن وصال ہونا یقینی ہے۔ نہ کہ بارہ ربیع الاوّل شریف۔

نوٹ

اگر ۹ ذی الحج جُمعرات کا دِن بھی تسلیم کیا جائے جِس طرح کہ گُمان کیا گیا تو دریں صورت بھی ۱۲ ربیع الاوّل شریف پیر کا دن نہیں بنتا کیلنڈر آپ کے سامنے ہے خُود حساب لگا سکتے ہیں۔

سیّد ارشد سعید کاظمی

مدرس مدرسہ انوار العلوم

۱۶ ستمبر بروز پیر ۱۹۹۱ء

فہرست ماخذ و مراجع

کتاب	مصنف
قرآنِ کریم	
تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی
تفسیر روح البیان	علامہ اسمٰعیل حقی
تفسیر روح المعانی	علامہ محمود آلوسی
تفسیر عرائس البیان	
بخاری شریف	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری
مسلم شریف	امام مسلم نیشاپوری
ترمذی شریف	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
الاوسط	ابو القاسم سلیمان بن احمد بن الطبرانی
دلائل النبوۃ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی
فتح الباری	امام ابن حجر عسقلانی
عمدۃ القاری	بدر الدین عینی
زرقانی علی المواہب	محمد عبد الباقی زرقانی
مواہب اللدنیہ	امام قسطلانی
مطالع المسرات	علامہ فارسی
سیرت حلبیہ	برہان الدین الحلبی
خمیس	غلام حسین محمد دیار بکری
افضل القرآ	ابن حجر مکی
تہذیب التہذیب	حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی
حدیقہ ندیہ	امام عبد الغنی نابلسی
مدارج النبوۃ	شاہ عبد الحق محدث دہلوی
مشکوٰۃ شریف	ولی الدین عراقی

بیہقی شریف	ابو بکر احمد بن حسین بیہقی
مسند احمد	امام احمد بن حنبل
مستدرک للحاکم	امام حاکم
نشر الطیب	اشرف علی تھانوی
انسان العیون	علی بن براہان الدین حلبی
دلائل النبوۃ	ابو نعیم
فقہ اکبر	ملا علی قاری
حاشیہ نبراس	مولوی برخوردار ملتانی
سیرت ابن ہشام	امام عبدالمالک بن ہشام
تاریخ بخاری	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری
زاد المعاد	علامہ ابن قیم جوزی
فتح الملہم	شبیر احمد عثمانی
نسیم الریاض	علامہ شہاب الدین خفاجی
شرح شفاء	ملا علی قاری
ماثبت بالسنہ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
حلیہ	ابو نعیم
مجمع بحار الانوار	علامہ محمد طاہر صدیقی
الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین	شاہ عبدالرحیم
مولد النبی	ابن جزری محدث شافعی
شمائم امدادیہ	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
فیصلہ ہفت مسئلہ	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
تاریخ حبیب اللہ	
شمامۃ العنبریہ	

خوشخبری

امام اہلسنت غزالی زماں رازی دوراں

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی نور اللہ مرقدہ

کی مایہ ناز تفسیر

التبیان

کا

اول پارہ منظر عام پر آ گیا ہے

تعارف

مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم میں حضرت علامہ صاحبزادہ سید ارشد شاہ صاحب کاظمی کی سرپرستی میں بزم سعید کے نام سے دینی طلباء کی انجمن کام کر رہی ہے۔ اور علمی و دینی موضوعات میں متعدد رسائل وقتاً فوقتاً شائع کئے جاتے ہیں۔ تبلیغ کے لئے متعدد شہریوں اور محلوں میں تبلیغی جلسے منعقد کئے جاتے ہیں اور طلباء کی تقریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے ہر جمعرات تقریری پروگرام منایا جاتا ہے جس میں طلباء عربی، فارسی، اُردو، پشتو اور سرائیکی میں تقریریں کرتے ہیں۔ اور احقاق حق و ابطال باطل کے لیے مستعد رکھنے کے لئے مذاکروں و مباحثوں کے پروگرام ترتیب دیئے جاتے ہیں

اراکین بزم سعید ✻ انوار العلوم ✻ ٹی بلاک نیو ملتان

انتباہ